امام نووی کی رائے امام نووی نے کتاب المجموع میں ذکر کیا ہے کہ "وہ نماز جو صلوٰۃ الرغائب کے نام سے مشہور ہے اور جو رجب کی پہلی جمعرات کو مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعت پڑھی جاتی ہے اور پندرھویں شعبان کی نماز برات کو سو رکعت پڑھی جاتی ہے۔ یہ دونوں نمازیں بدعت اور مذموم ہیں۔"

آپ کو دھوکا نہ ہو جائے کہ ان کا ذکر قوت القلوب اور احیاء علوم الدین میں بھی ہے، اور نہ اس حدیث سے دھوکا ہو جائے جس میں ان دونوں نمازوں کا ذکر ہے کیونکہ یہ بھی کچھ باطل ہے۔ آپ کو بعض ائمہ کی تحریروں سے بھی دھوکا نہ ہو جائے جو اس نے حقیقت حال سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا مستحب ہونا لکھا ہے کیونکہ انھوں نے یہ سب غلط لکھا ہے۔

چنانچہ ان دونوں کتابوں کی تردید میں امام ابو عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل مقدسی نے ایک بہترین کتاب لکھی ہے اور اُس نے اُسے لکھنے کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اہلِ علم نے کافی کچھ لکھا ہے۔ اگر ہم ان سب کے کلام کا ذکر کریں تو اس سلسلہ میں کلام بہت طول پکڑ جائے گا۔ امید ہے کہ ہم نے جو ذکر کیا ہے طالب حق کے لئے کافی ہو گا۔ جو آیات اور احادیث پہلے ذکر ہو چکی ہیں اور اہل علم کے کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نصف شعبان کی رات کو نماز کے لئے یا کسی اور کام کے لئے اجتماع کرنا اور اس رات کو خصوصیت سے روزہ رکھنا اکثر اہل علم کے نزدیک بدعت ہے۔ شریعت میں اس کا کوئی وجود نہیں بلکہ صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد اسے اسلام میں داخل کیا گیا۔ اس تمام اور دیگر مسائل میں طالب حق کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" اور اس مفہوم کی دیگر آیات کافی ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "جو شخص ہمارے دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرتا ہے جو دین کا کام نہیں تو وہ اسلام سے خارج ہے"! اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کافی ہیں۔

جمعرات کی عبادت صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لَا تَخُصُّوْا لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ بِقِیَامٍ مِّنْ بَیْنِ اللَّیَالِیْ وَلَا تَخُصُّوْا یَوْمَھَا بِالصِّیَامِ مِنْ بَیْنِ الْاَیَّامِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ صَوْمٍ یَصُوْمُ اَحَدُکُمْ۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ج ۱۔ ص ۱۷۹)

"جمعہ کی رات قیام کے لئے دیگر راتوں سے مخصوص مت کرو اسی طرح جمعہ کے دن کو روزے کو دیگر ایام سے خاص مت کرو۔ ہاں البتہ اگر تم میں پہلے کوئی روزے رکھتا ہو تو اسے کوئی ممانعت نہیں۔"

اگر عبادت کے لئے کسی رات کی تخصیص جائز ہوتی تو جمعہ کی رات دیگر راتوں سے اولیٰ اور بہتر ہوتی۔ کیونکہ یہ دن تمام ایام سے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے بہتر ہے۔ یہ بات حدیث کی نص سے ثابت ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی رات کو قیام کے لئے خاص کرنے سے ڈرایا اور دھوکا یا تو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور رات کو قیام کے لئے مخصوص کرنے کا بالادلیٰ منع ہے۔ کسی شرعی صحیح دلیل کے بغیر کسی عبادت کو مخصوص کرنا جائز نہیں۔ جب مخصوص کرنے کے لئے کوئی دلیل ہو تو اس وقت وہ عبادت جائز ہو گی۔

شب قدر کا حکم چنانچہ لیلۃ القدر اور رمضان المبارک کی راتوں میں قیام کرنا اور پوری پوری محنت کرنا مشروع ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس کی اطلاع دی اور اس کے قیام کی رغبت دلائی اور خود نفس نفیس اس کام کو کیا جیسا کہ صحیحین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ج ۱۔ ص ۱۷۳)

"جو شخص اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اُس کی رضا طلب کرتے ہوئے شب قدر کا قیام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔"

اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اُس کی رضا طلب کرتے ہوئے شب قدر کا قیام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے سابقہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔"

پندرھویں شعبان کو کوئی عبادت مشروع نہیں اگر پندرھویں شعبان کی رات یا رجب کی پہلی جمعرات یا شب معراج کو اجتماع کرنا یا کچھ عبادت کرنا مشروع ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مزید نشاندہی فرماتے اور اپنی امت کو آگاہ کرتے یا خود عبادت کرتے۔ اگر آپ نے ان راتوں میں کچھ عبادت کی ہوتی یا کوئی اور کام کیا ہوتا تو صحابہ کرام آپ سے چھپ کر لوگوں کو ضرور بتاتے اور اُسے لوگوں سے کبھی نہ چھپاتے۔ انبیاءؑ کے بعد وہ تمام لوگوں سے افضل اور بہتر تھے۔ اور سب سے زیادہ لوگوں کے خیر خواہ تھے اللہ پاک ان پر راضی ہو اور وہ اُس پر راضی ہوئے۔ حالانکہ علماء کے کلام سے آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ رجب کی پہلی جمعرات اور نصف شعبان کی رات کی فضیلت کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شے ثابت نہیں۔

خلاصۂ کلام اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں راتوں میں اجتماع کرنا بدعت ہے جو دینِ اسلام میں نئی ایجاد ہے۔ اسی طرح ان دونوں راتوں کو کسی عبادت کے لئے خاص کرنا بھی بدعت ہے اور گناہ ہے۔ اسی طرح ستائیسویں رجب کو جس کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شب معراج ہے، عبادت کے لئے خاص کرنا جائز نہیں۔ جب کہ اس رات اجتماع کرنا جائز نہیں کیونکہ مذکورہ بالا دلائل جو نصف شعبان کی رات کو اجتماع کرنے کی ممانعت میں ہیں، اس پر منطبق ہوتے ہیں۔ بلکہ علیکم آپ کو اس کا صحیح علم ہو۔ حالانکہ اکثر علماء کے اقوال اس کے برعکس ہیں اور یہ دلالت کرتے ہیں اور صحیح بات بھی یہی ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ شب معراج ستائیسویں رجب کی رات ہے وہ غلط کہتا ہے۔ اس کا قول باطل ہے وہ صحیح احادیث پر بہتی نہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

خیر الامور ما لف افات علی الھدی ۔۔۔ و شر الامور المحدثات البدائع

"نیکی کے کام وہ ہیں جو سلف صالحین نے کئے جو ہدایت پر قائم تھے۔

سب سے بُرے کام دین میں نئے ایجاد کردہ ہیں۔"

اللہ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو سنت نبویؐ پر پختہ اور قائم رہنے کی توفیق بخشے اور جو کام سنت کے خلاف ہوں ان سے بچنے کی توفیق عنایت

شیخ جمیل الرحمٰن اور جہادِ افغان

شیخ جمیل الرحمٰن اور جہاد افغانستان آپس میں ایسے رچے بسے الفاظ ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ جہاد ان کی ذاتِ گرامی ہی سے شعلۂ جوالہ بنکر پھیل گیا۔ اور وہ جہاد ہی سے جہاد فی سبیل اللہ کی افق پر چمکے مگر ان کا طرۂ امتیاز ہے کہ خود باعمل اور متبحر عالم دین اور عملی مجاہد ہیں۔ جہاد میں قرآن وسنت کے اصولوں کی بالا دستی پر زور دیتے ہیں۔ وہ دعوت وہجرت اور جہاد کے راستے پر گامزن ہو کر وہ قرآنی بشارت کے اس مژدہ جانفزا پر پختہ ایمان ویقین رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ جس کے بعد خدا کی زمین پر خدا کے صالح بندوں کے ساتھ خلافت دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

خدا کے وعدوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دورِ نبوت ان کے لیے وجہ شمع ایمان ہے کہ اس مردِ درویش نے مطلق العنانی کے دور میں (سابقہ شاہ ظاہر شاہ کے دور میں) جب اس پسماندہ معاشرہ میں سب سے پہلی بار عقائد کے بارے میں تدریس قرآن کا آغاز کیا تو جیسا کہ دستور رہے۔ کہ تاریخ میں جس کسی نے بھی عقیدہ توحید سے اپنے مشن کا آغاز کیا۔ اسے کچلنے کے لیے توحید سے ٹکرانے والی قوتوں نے پورے ٹکراؤ اور طاقت کا مظاہرہ کیا۔ شیخ بھی اس طرح اندرون خانہ اور بیرون خانہ ہدفِ تنقید بنے۔ ان کے توحیدی افکار سے جب غلط عقائد، اوہام ورسومات اور اندھی تقلید کے شاخسانوں پر زد پڑی۔ تو عالم وجاہل، پیرانِ طریقت، حاکمان مطلق العنان ان پر برس پڑے۔ ان سب کو یہ شکوہ تھا کہ مولوی صاحب توحید کے مسائل چھیڑ کر پراگندہ معاشرہ میں ہلچل کیوں لاتے ہیں۔ بس آباؤ اجداد کے جس طریق پر چلے آرہے ہیں۔ اس کو شیخ کیوں ہدف تنقید بناتے ہیں حالانکہ وہ یہ بھول گئے تھے بلکہ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ انحطاط پذیر معاشرہ میں تاویلات بیج در بیج تعبیرات آباؤ اجداد اور اساتذہ کے طریقوں سے چمٹنا کمال علم اور کمال محبت تصور کیا جاتا ہے۔ نیکی کی تلاش اور خدا کے نیک بندوں سے محبت میں اتنا غلو کر جاتے ہیں کہ خدا کی صفات خدا سے چھین کر غلوئے محبت میں انسانوں پر منطبق کر کے شرک کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

مسلمان توحید سے عاری ہو کر رذائل سے رذائل ہی کی طرف لڑھکتا چلا جاتا ہے۔

جبکہ توحید سے منور ہو کر مسلمان سورج کی طرح کائنات کے لیے پیغام حیات بن جاتا ہے۔

شیخ صاحب نے بھی ٹھیک اس نسخہ نبوت پر عمل کرتے ہوئے صوبہ کنڑ کے کوہساروں میں توحید کی للکار سے اپنے ماحول کو جھنجوڑا۔ حق غالب ہونے ہی کے لیے تو ہے۔ ایک صبر آزما مدت کے بعد علماء نے اسکو جانا۔ عوام نے پہچانا۔ دور دراز سے تشنگانِ دین آپ کے آبائی گاؤں لہنگلام کی طرف امڈتے چلے۔ آپ کے درس میں قرآن وسنت کی روشنی سے سینے منور

ہوتے گئے۔

آپ کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا تھا کہ ایک آزاد خطہ میں اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود قومی زندگی قرآن و سنت سے بے نیاز جاہلیت کی پگڈنڈیوں پر انجام سے غافل مستانہ وار چلی جارہی ہے۔ حکمران مطلق العنانیت کو طول دینے کی غرض سے قوم کو مغربی فحاشی اور عریانی کی راہ پر ڈال رہے ہیں تاکہ مشقت پسند قوم لذت کا شکار ہوکر اسلامی تعلیمات کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوجائے۔

شیخ دیکھتے رہے اور کب تک برداشت کرتے رہتے کہ افغانستان جیسے ملک میں شعائر اسلامی کا مذاق اڑایا جائے۔ نام نہاد و ترقی پسند اور تجدید کے فیشن میں قوم کی عفت مآب ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو چادر و پردہ سے عاری کیا جائے۔ یہ دکھ انہیں گھائل کیے جارہا تھا کہ مسلمانوں کے ایمان کو ترقی دینے کے لیے اسے قرآن و سنت کا تحفظ حاصل نہ ہو یعنی خطۂ اسلام ہی میں قرآن و سنت کی حاکمیت کے بغیر مسلمانوں کی زندگی جاہلی دور ہی کہلایا جاسکتا ہے۔ دینِ اسلام کے شیدائی یہ کب گوارا کرسکتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اللہ کے در سے منہ موڑ کر شیاطین کے نرغوں میں پھنس جائے۔

شیخ صاحب اسی درد کو لیکر اٹھے تو سب سے پہلے امت کے بگاڑ کے ذمہ دار حکمران طبقہ کو ہدفِ تنقید بنایا۔ اسلام سے حکمرانوں کی بے توجہی، مغرب کی اندھی تقلید اور جدیدیت کے نام پر برائی کو اپنانا، ملکی سیاست کی ایسی خامیاں تھیں۔

غیر شیخ صاحب خاموش نہیں رہ سکتے تھے خصوصاً بیرونی ملکوں کے ساتھ دوستی کے معاہدات میں دفاع، تجارت، تعلیم، ثقافت اور اقتصادی امداد کے بہانے غیر اسلامی نظریات جس سرعت کے ساتھ درآمد ہوکر اسلامی معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جارہے تھے۔ ان حالات نے مولانا کا پیمانہ صبر لبریز کردیا۔ قوم کو حکمرانوں کی سیاست سے آگاہ کیا حکمرانوں کو متنبہ کیا۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ملکی سیاست کے تار و پود بکھیر دیے۔ پھر کیا تھا۔ مولانا مورد عتاب بنے۔ مطلق العنانیت کے پرزے حرکت میں آگئے اعلیٰ حضرت ظاہر شاہ متوکل علی اللہ متوکلین علی اللہ کی جان کے دشمن بن گئے۔ مگر بادیۂ مصطفوی کے سرمست جب باطل کے خلاف میدان میں کود تے ہیں تو سراسر کامیابی کی ضمانت کے ساتھ کود تے ہیں کہ صراطِ مستقیم کو روشن رکھنے میں اگر جان بھی چلی جائے تو رب العٰلمین کی بشارت ہے کہ۔

"ذلك الفوز العظيم"

البتہ یہ ضرور ہوا کہ عوام پر واضح ہوگیا کہ فرعون کی فرعونیت تلملا اٹھی۔ مردِ مومن پر زمین تنگ ہوئی۔ مطلق العنانیت قہر سامانیوں سے لیس ہوکر کاشانۂ درویش کے کواڑ بجاتی ہے۔ مردِ درویش اہل و عیال گھر بار سے منہ موڑ کر اللہ کی راہ لیے دشوار گذار پہاڑوں کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مومنوں کے دلوں کی حرارت کی لو کو شعلۂ جوالہ بنا رہے ہیں۔

مادی وسائل سے بے نیاز، ایمان کی حرارت سے معمور، ظلم کا مجبورانہ اپنے گھر سے دور رات کے اندھیروں میں گھر گھر جاکر مومنوں کو دستک دے رہے ہیں۔ گھر والے بلبلا اٹھتے ہیں کہ آپ اعلیٰ حضرت کے معتوب ہیں۔ آپ سے مل کر میں شاہی قوانین کا مجرم بن جاؤں گا۔ شیخ اس خوفزدہ افغانی کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ سُنیں میں تو ان حالات کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جائزہ پیش کرتا ہوں شاہی تنبیہات کے خوف سے آپ مجھ سے قرآن و سنت کا بیان سنانے کا حق بھی چھین لیتے ہیں۔

شیخ دعوت پیش کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر

پہلے مطلق العنان کے استبدادی قوانین کے خوف سے لورنے والے گھر کا مکین عرض کرتا ہے۔ یا شیخ مجھے ان کامیابیوں کی طرف لے چل۔ ایک جان کیا ہے۔ قرآن و سنت کی بالادستی کے لیے سب کچھ کر گزرنے کے لیے بصد خوشی تیار ہوں۔ مردِ درویش دعوت میں محو ایمان کی حرارت سے کوہساروں کو چنار بار بنا رہے ہیں مگر جب ظاہر شاہی استبداد، داؤدی استبداد میں تبدیل ہوا تو اول الذکر جلا وطنی پر مجبور ہوا۔ اور موخر الذکر نے ان سے بھی کئی گناہ بربریت پر اتر کر اسلام کے نام لیواؤں سے جیل خانے بھر دیئے۔

داؤد نے بہتوں کو تہِ تیغ کیا۔ بستیاں جلائیں دیوانے سردار نے دیوانے پن کا بھرپور استعمال کیا۔ ... پیچھے چلائے .... مگر مردِ درویش ان کے پنجہ میں نہ آئے۔ داؤد کی بربریت نے جب زیادہ آگے بڑھنے کی کوشش کی تو طالبان نے بھی جہاد کا ولولہ لیے ان کے خلاف عملاً جہاد کا آغاز کیا۔

لادینی سیاست، مصلحت، مفاد، تعیش پسندی، عیز اسلامی نظریات والوں۔ مومن، قرآن و سنت اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی آرزو رکھنے والوں کے درمیان نشاندھی ہو ئی۔ منافقانہ معاشرہ میں جہاد کو معیارِ حق قرار دیا گیا۔ موازنہ کرنے والے اذہان، قرآن کو بلند رکھنے والے ایمان، چادرِ ناموس کے پاسبان، ملت کی اخلاقی تباہی پر رونے والے انسان سب اکٹھے ہو کر طاغوت کے مقابلے میں نہایت تھوڑے سروسامان مگر حق کی قوت نے ان کو ناقابلِ تسخیر قوت بنا کر طاغوت کے مقابلے میں جمنے کی طاقت بخش دی۔ کمیونسٹ روس جو ہمسائیگی اور دوستی کی آڑ میں ناگن کی طرح افغانستان پر جھوم رہا تھا۔ کہسار کے کوہساروں سے توحیدی انقلاب کی چمک دیکھ کر اپنے دوست سردار داؤد کو دفاع میں پیچھے ہوئے، اپنی تربیت یافتہ فوج سے راتوں رات اپنے پیٹیوں کے نیچے کچل کر رکھ دیا۔ قصرِ گلخانہ سے سرخ سیلاب کی ندیاں پھوٹ پڑیں۔

لینن گراڈ میں کمیونسٹ پالیسی ساز ایک دوسرے کو داد دینے لگے۔ کے جی بی فخر و انبساط سے وحشت کی مزید حدیں پھلانگ رہی تھی۔ کہ اب گرم پانی تک پہنچنے میں کمیونسٹ اشیاء کے آگے کوئی امر مانع نہیں افغانستان ہمارے پاؤں تلے ہے۔ باہر کی سطح مرتفع پر کھڑے ہو کر کوہ ہالیہ کے جنوب کے میدان نہایت خوش کن منظر پیش کرتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر مغرب والوں کو یقین آئے گا کہ کمیونزم ایک زندہ فلسفہ ہے اس کے بعد مذہب، سرمایہ داری اور جمہوریت کے لیے دنیا میں کوئی جگہ نہیں رہے گی۔ سوائے عجائب گھروں کے جہاں آئندہ نسلوں کی عبرت کے لیے مذہب سرمایہ داری اور جمہوریت کی یادگاریں محفوظ رکھنا کیمونزم سے متضاد نظر نہیں آتا۔ داؤد کے بعد بشر دوست ببرک افغانستان کی مسند اقتدار پر کئی مہرے لایا۔ ترکئی نے الحادی اصلاحات کا اعلان کیا۔ حفیظ الامین نے ہموطنوں کا خون بہایا۔ امریکیوں چینیوں اور پاکستانی افواج کا داؤ لگا کر بیسویں صدی کے تمام جدید حربی وسائل کے ساتھ روسی افواج افغانستان میں داخل ہوئیں۔ مساجد منہدم کی گئیں۔ بستیاں جلا دی گئیں۔ قتل عام کر کے اجتماعی قبرستانوں کی باگیں چھوڑ گئیں۔ آزاد ملک کے باشندوں کو جبر و استبداد کے آگے نہ جھکنے کی پاداش میں اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا۔ یتیموں، بیواؤں کی آہ و بکا سے افغانستان کی سرزمین قیامت کا نقشہ بن گئی۔ پاکستان کی سرحد عبور کر کے چیخ و پکار سسکیوں میں بدلنے لگی۔ افغانستان کے مسلمان ماضی کے حکمرانوں کی سیاست اور روس کی بشر دوستی کے دعوؤں کو حیرت سے دیکھنے لگے بچہ افغان وحشت و درندگی اور مسلمہ بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی اور بڑی طاقت کے گھمنڈ سے جب تلملا اٹھا تو زخمی شیر کی طرح دشمن پر جھپٹ پڑا۔ دشمن کے ہاتھوں سے ہتھیار چھین لیے۔ یہ ہتھیار

کنڑ سے ملک کے دیگر حصوں تک پہنچا کر مجاہدین کے ہاتھوں میں تھما دیئے۔

افغانستان کے گوشے گوشے تک یہ ایمان افروز واقعات سرایت کرتے جاتے تھے۔ کہ مردِ درویش شیخ جمیل الرحمان ظاہر شاہ کا باغی، سردار داؤد کا معتوب ترکئی اور حفیظ الامین کا مجرم ایمان کی پختگی سے کمیونسٹوں کو بھگا رہا ہے۔ کنڑ کا درہ درہ روسی ٹینکوں کی مرگھٹ کا نظارہ پیش کر رہا ہے۔ کمیونسٹ طاقت شکست اور رسوائی سے دوچار ہے۔ نہتے ہاتھ طاغوت کے خلاف نبرد آزما مجاہدین فی سبیل اللہ نصرت الٰہی کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ انہی ایمان افروز حقائق و واقعات سے سارے افغانستان میں ایمان کی ایک لہر اُٹھی اور ہر طرف سے روسی اژدھے پر وار ہونے لگا۔ قطب شمالی کا اژدہا زخمی ہوا۔ اتنا حواس باختہ ہوا کہ اس حواس باختگی میں اپنے ہی بہنوں کو کچل ڈالا۔ ترکئی کا مدفن معلوم نہیں۔ حفیظ الامین کا بھی وہی حشر ہوا۔ کارمل روس کے کسی گوشہ میں اسیری کی ملعون زندگی گذار رہا ہے۔

بڑا پھر بھی بڑا ہوتا ہے۔ روس جنیوا مذاکرات کے بہانے اپنے لیے جھوٹی ناک بنا کر دریائے امو کے پار چلا گیا۔ وہیں اپنے دکھی من کے رستے زخموں کو سہلا رہا ہے۔ مگر یہ قانونِ قدرت ہے اور روس بھی اسی قانونِ فطرت کے تحت انجام سے دوچار ہونے والا ہے۔ "کہ ظالم طاقت کے گھمنڈ میں حملہ آور ہوتا ہے تو طاقت کا نشہ اسے تمام ضابطۂ اخلاق سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ مگر جب زخمی ہوتا ہے تو ظالم اژدھے کی طاقت دھرتی داؤ پیچ نوخ نوخ کر چیونٹیوں کے منہ میں ذرات کی شکل میں اس کی طاقت کافور ہو جاتی ہے۔"

"آج کل بے چارا سپر طاقت انہی حالات سے دوچار ہے۔"

گورباچوف امریکہ کے آگے مکمل طور پر تسلیم ہو کر مالی امداد کے حوض اس کی ہاں میں ہاں ملانے میں اپنی بہتری سمجھتا ہے۔ کبھی پوری برادری کے ممالک کو پریسٹرائیکا اور گلاناسک کی دہائی دے کر امداد طلب کرتے ہیں۔ انڈونیشیا خانہ آویزشوں سے دوچار ہے۔ کوئی سی آئی اے کے ایجنٹ کا الزام لگاتا ہے۔ کوئی اسے سوشلسٹ ایلیک کی تباہی کا ذمہ دار گردانتا ہے اور بھوک و افلاس کی اطلاعات سے دماغ چکرا رہا ہے۔ امریکہ کی آنکھوں کا ستارہ "پریسٹرائیکا" کا مصنف، نوبل پرائز وینر گورباچوف اربوں ڈالر مالیت کے حربی وسائل نجیب کو افغان قوم کی ہلاکت کے لیے دھڑا دھڑ بھیج رہا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ روسی فوج کے انخلاء کے بعد حربی وسائل سے نجیب وہ مقاصد ہرگز حاصل نہیں کر سکتا جن مقاصد کے لیے روس نے اپنی افواج افغانستان میں داخل کر کے ساری دنیا میں اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کیا۔ جہادِ افغانستان کے خلاف امریکہ کے ساتھ ساز باز کرنا اور نجیب کو اقتدار پر متمکن رکھنے کے لیے اربوں ڈالر کی دولت صرف کرنا اُس کے اِس خدشہ اور خوف کی غمازی کرتا ہے۔ کہ کہیں جہاد کا یہ ریلا لیتن گراڈ تک اس کی افواج کا پیچھا نہ کرے۔

رمضان المبارک کے فضائل احکام

شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی مدظلہ

روزے کی فرضیت پر عقلی دلائل اور فلسفیانہ حکمت و مصلحت سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے وہ فضائل اور منافع احکام اور مسائل مختصر طور پر ذکر کر دیں جو صحیح احادیث اور مستند آثار و اقوال سے ثابت ہیں۔

۱ - اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایۃ فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جھنم وسلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ (صحیحین)

"جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے اور ایک روایت میں ہے کہ بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔"

علماء نے لکھا ہے کہ جنت یا آسمان یا رحمت کے دروازوں کا کھلنا اور اسی طرح دوزخ کے دروازوں کا بند کیا جانا، شیاطین کا زنجیروں میں جکڑ دیا جانا، حقیقۃً ہے۔ مجاز اور کنایہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے مجاز پر محمول کرتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آسمان کے دروازوں کا کھولنا، نزولِ رحمت سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازوں کے کھولنے سے اچھے اور نیک کاموں کی توفیق دینا مراد ہے۔ اور دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا کنایہ ہے روزہ داروں کا نفسانی خواہشوں کے دبانے کے باعث معاصی اور طغیانی سے خلاصی پانے سے۔ اسی کو حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب نے حجۃ اللہ میں زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا روزہ رکھنا، راتوں میں قیام کرنا اور شیفتگانِ سنتِ نبویہؐ کا انوارِ الٰہی میں محو خواب ہونا اور ان کی دعاؤں کا اثر دوسروں تک پہنچنا ان کے نور کا بر تو دوسروں پر پڑنا، ان کی برکتوں سے تمام مسلمانوں کا مستفیض ہونا اور ہر مسلمان کا حسبِ توفیق و استعداد نیک اور اچھے عمل کرنا اور ہلاکت و تباہی میں ڈالنے والی برائیوں سے بچنا، گویا ان پر جنت کے دروازوں کا کھول دینا اور دوزخ کے دروازوں کا بند کر دینا ہے۔ کیونکہ یہی چیزیں دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جانے والی ہیں۔ اسی طرح جب قوتِ بہیمہ دبا دی گئی اور اس کا اثر اور عمل ظاہر نہیں ہوا اور تمام مسلمان اچھے کام میں مشغول ہو گئے اور قوتِ ملکیہ کے آثار و اعمال کا ظہور ہوا تو سمجھنا چاہیئے کہ برائیوں پر برانگیختہ کرنے والے نیک کاموں سے باز رکھنے والے شیاطین قید کر دیئے گئے ہیں۔

۲ - من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه ۔

"جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے ۔"

ہر چھوٹے بڑے شرعی کام اور عبادت کی صحت و مقبولیت کے لیے اخلاصِ نیت شرط ہے ۔ اسی طرح اس حدیث میں اشارہ ہے ۔

۳ - کل عمل ابن ادم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی سبع مائة ضعف قال الله تعالی : الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته وطعامه من اجلی للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه ولخلوف فم الصائم اطیب عند الله من ریح المسك والصیام جنة ۔ (الحدیث)

"انسان کے ہر نیک عمل کا دس گنا ثواب ملتا ہے ۔ اور یہ ثواب سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، روزے کا حکم ثواب کے بارے میں جداگانہ ہے ، اس کا اجر و ثواب بے شمار ہے ، بندہ میرے ہی لیے روزہ رکھتا ہے میں اس کا بدلہ دوں گا ، وہ محض میری خاطر اپنی خواہش کی چیزوں اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے ۔ روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت ، دوسری خوشی جب اس کو خدا کا دیدار حاصل ہوگا ۔ اس کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی بڑھ کر ہے اور روزہ برے کاموں اور عذابِ الٰہی سے بچاؤ اور ڈھال ہے ۔"

افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو اس بابرکت اور مقدس مہینہ کو لہو و لعب فسق و فجور ، عصیان و طغیان ، برائی اور بے حیائی ، غفلت اور بے پروائی میں گذار دیتے ہیں اور اس مبارک مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کرتے ، کتنے مسلمان ہیں جو روزہ نہیں رکھتے اور اس سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے اور بہانے ڈھونڈتے ہیں ۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رمضان کے مہینہ میں دور کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے کے لیے مخصوص کر لیتے ہیں اور رمضان میں مسافر بن کر سارا مہینہ اسی سفر میں بغیر روزہ کے گذار دیتے ہیں ، اگر کوئی پوچھ بیٹھتا ہے تو سفر کا عذر پیش کر دیتے ہیں ۔ دنیا میں انسانوں کو دھوکا دینے کے لیے بیماری اور سفر کے بہانے کام آجائیں گے ، مگر خالق عالم ظاہر اور باطن دل اور زبان کی حالتوں سے آگاہ ہے ، اس کے سامنے کیا جواب دیں گے ؟ بڑے بڑے شہروں میں جہاں مختلف قسم کے کارخانے اور ملیں ہیں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہزاروں نوجوان ایسے ملیں گے جو روزے نہیں رکھتے اور روزے رکھنے والوں کے ساتھ تمسخر اور مخول کرتے ہیں ۔ ایک وہ لوگ بھی تھے کہ سفر میں جہاد کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار کر دینے اور افطار کی رخصت و اجازت ملنے کے بعد بھی روزہ چھوڑنے میں تردد کرتے تھے ۔ اسلامی شعائر اور دینی فرائض سے محبت و شیفتگی اور بعد میں نفرت کے دونوں ادوار پر نظر ڈالیے ، کس قدر عبرت خیز ہے ۔ انہی فرائض و واجبات کی محبت و اتباع نے ان کو بام عروج تک پہنچایا اور آج ان کی تکمیل کو تضیع اوقات اور تکلیف مالا یطاق سمجھ کر ترقی سے مانع سمجھا جاتا ہے ۔ لیکن باوجود چھوڑ دینے کے اسی ذلت اور پستی غلامی و عبودیت میں گھرے ہوئے ہیں بلکہ بدترین اور دوسروں کی نظروں میں ذلیل انسان بنے ہوئے ہیں ۔ اللھم ارحم وتب علینا انك انت التواب الرحیم

مشکوک دن میں روزے کا حکم

شعبان کی تیسویں رات کو غبار یا بادل کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے اور نہ دوسرے مقام سے چاند دیکھے جانے کی معتبر اطلاع آئے تو وہ رات شعبان کی ہوگی اور اس سے اگلا دن شعبان کا سمجھا جائے گا اور اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ فرمایا۔

فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین (صحیحین)

پس غبار یا ابر کی وجہ سے چاند نہ دیکھنے کی صورت میں یہ خیال کر کے روزہ رکھنا کہ اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائے گا ورنہ نفلی ہوگا، باطل ہے۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جس نے شک کے دن میں روزہ رکھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔" (ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

حاصل یہ ہے کہ شعبان کی آخری تاریخ مشکوک ہو تو اس میں روزہ نہ رکھا جائے اور اس کو رمضان میں شمار نہ کیا جائے، چاند کو چھوٹا بڑا دیکھ کر بھی شک نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جس روز چاند دیکھا گیا ہے اسی دن کا سمجھنا چاہیئے۔ اسی طرح رمضان کے استقبال میں چاند دیکھنے سے پہلے ایک یا دو روزے رکھنا ناجائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کی ان دنوں میں نفل روزہ رکھنے کی عادت تھی، اتفاقاً نہ رکھ سکا، یا کسی شخص کی ہر آخر ماہ میں نفلی روزے رکھنے کی عادت ہے تو ایسی صورت میں اجازت ہے کہ وہ آخری تاریخوں میں روزہ رکھ لے۔

روزہ کی نیت کا حکم

ہر عبادت کی صحت کے لیئے نیت شرعی شرط ہے، پس روزہ کی صحت بھی نیت شرعی کے ساتھ مشروط ہے خواہ روزہ نفلی ہو یا فرضی رمضان کا ہو یا نذر کا، ادا ہو یا قضاء اور نفلی روزہ کے علاوہ ہر قسم کے روزے کے لیے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے نیت کر لینا ضروری ہے۔ بخلاف نفلی روزے کے کہ اگر آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی نیت کر لی تو روزہ صحیح ہو جائے گا۔

والیہ ذھب الشافعی واحمد واسحق وھو الراجح عند شیخنا کما صرح بہ فی شرح الترمذی من لم تجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام لہٗ (ترمذی وغیرہ)

جس نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح اس حدیث کا مرفوع ہونا ہے۔

کما حققہ الشوکانی فی النیل وابن حزم فی المحلی۔

یہ حدیث فرض اور نفل ہر قسم کے روزوں کو شامل ہے مگر نفلی روزہ اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتینی ویقول اعندک غداء فاقول لا فیقول انی صائم (فی روایۃ انی اذا اصائم)

یعنی "حضرت میرے پاس آتے اور مجھ سے پوچھتے کیا صبح کا کھانا ہے؟ میں عرض کرتی نہیں۔ آپ فرماتے میں روزہ رکھوں گا۔"

واما ما روی عن سلمۃ بن الاکوع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر رجلا من اسلم ان اذن فی الناس اذا فرض صوم

عاشوراء الاکل من اکل فلیمسك ومن لم یاکل فلیصم اخرجه البخاری وغیره فاجیب عنه بانه انما صحت النیة فی النهار لان الظاهر ان صوم عاشوراء انزلت فریضته فی النهار فصار الرجوع الی اللیل غیر مقدور والنزاع فیما کان مقدورا فیخص الجواز بمثل هذه الصورة اعنی من ظهر له وجوب الصیام علیه من النهار فتامل۔

ہر روزہ کے لیے نیت ضروری ہے۔ صرف پہلی رات کی نیت تمام روزوں کے لیے کافی نہیں ہوگی۔ اور نیت زبان سے لفظوں میں کہنے کی ضرورت نہیں ہے دل میں نیت کر لینا کافی ہے۔

سحری کھانے کی فضیلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تسحروا فان فی السحور برکة (صحیحین)

"سحری کھایا کرو، سحری کھانے میں برکت ہے۔"

دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا۔

فصل ما بین صیامنا وصیام اهل الکتاب اکلة السحر (مسلم)

"ہمارے روزہ اور اہل کتاب (عیسائی یہودی) کے روزہ کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے" یعنی وہ بغیر سحری کھائے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

سحری کھانے کی فضیلت میں اور حدیثیں بھی آئی ہیں ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کھانا باعث خیر و برکت ہے اس میں کیا شک ہے کہ سحری کھانے والے کو بہ نسبت سحری نہ کھانے والے کے بھوک پیاس کم لگتی ہے۔ وہ زیادہ کمزور اور پریشان نہیں ہوتا، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور نماز وغیرہ میں چست رہتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے روزہ اور عیسائیوں کے روزہ کے درمیان مابہ الامتیاز چیز سحری کھانا ہے۔ اس لیے سحری چھوڑنی نہیں چاہیئے، کچھ نہیں تو ایک کھجور اور اگر یہ بھی میسّر نہ ہو تو ایک گھونٹ پانی ہی سحری کے وقت پی لینا چاہیئے۔

سحری دیر کر کے کھانے کی مسنونیت اور فضیلت

آج کل عام طور پر لوگ اس ڈر سے کہ آخر شب میں بیدار نہ ہوں گے اور اس صورت میں سارے گھر والے بغیر سحری روزہ رکھیں گے، ایک یا دو بجے شب ہی میں سحری کھا لیا کرتے ہیں یا نصف رات کو سحری کا وقت سمجھ کر بھی بعض لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور جب مختلف غذاؤں سے اچھی طرح شکم پر کر لیتے ہیں اور پان وغیرہ سے فارغ ہو کر سوتے ہیں تو کھانے کے نشہ میں خوب گہری اور زبردست نیند آنے کے باعث فجر کی نماز اوّل وقت میں تو ادا کرنا درکنار آخر وقت میں بھی نہیں پڑھ سکتے کیونکہ آفتاب طلوع ہونے کے قریب بیدار ہوتے ہیں بلکہ اگر جھنجھوڑ کر نہ جگایا جائے تو آٹھ، نو بجے تک سوتے رہیں گے، ظاہر ہے کہ ایسا کرنے کی صورت میں دوہرے نقصان اور خسارے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، فجر کی نماز یا تو قضا ہو جاتی ہے، یا مکروہ وقت میں ادا کرتے ہیں اور سحری کا مسنون طریقہ چھوڑ دیتے ہیں۔

سحری کا مسنون وقت اور طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے صبح کاذب میں یا صبح کاذب سے کچھ پہلے کھانا چاہیئے۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔

تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلوٰۃ قال کم کان قدر ذلک قال قدر خمسین ایۃ (ترمذی)

یعنی "آپ کی سحری اور فجر کی نماز کے درمیان فاصلہ پچاس آیت کے پڑھنے کے برابر ہوتا تھا۔"

کس قدر افسوس ہے کہ جو لوگ اس سنت پر عمل کرتے ہیں، یعنی سحری دیر کر کے کھاتے ہیں ان سے مذاق کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سحری دن میں کھاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہاں سحری آخر شب میں کھانے والوں کو خیال رکھنا چاہیئے کہ چائے اور تمباکو، پان میں مشغول رہ کر اس طرح بے خبر نہ ہو جائیں کہ صبح صادق طلوع ہو گئی ہو اور وہ اب تک اسی شغل میں منہمک ہوں۔

روزہ وقت ہوتے ہی فوراً افطار کر دینا چاہیئے۔

جب سورج غروب ہو جائے اور مشرق سے سیاہی نمودار ہو جائے روزہ افطار کر دینا چاہیئے، اور بلا وجہ شک میں پڑ کر دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ روزہ افطار کرنے کا یہی وقت ہے۔

اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا وغابت الشمس فقد افطر الصائم۔ (صحیحین)

"جب رات سامنے آئے (مشرق سے سیاہی نمودار ہو جائے) اور دن پیٹھ پھیرلے اور آفتاب غروب ہو جائے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آگیا۔"

اب بلا تاخیر روزہ افطار کر دینا چاہیئے

لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (صحیحین)

"لوگ جب تک افطار میں جلدی کریں گے بھلائی میں رہیں گے۔"

حدیث قدسی میں ہے۔

احب عبادی الی اعجلھم فطرا۔

"سب بندوں میں سے پیارا مجھ کو وہ بندہ ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔"

یعنی آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر ڈالتا ہے اور دیر نہیں کرتا۔ جلدی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے ہی یا اس کے غروب ہونے میں شک اور تردد ہونے کے باوجود روزہ افطار کر دیا جائے۔ غرض یہ ہے کہ افراط وتفریط سے بچنا چاہیئے۔

روزہ افطار کرنے کی دعا

اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت (ابوداؤد)

"اے خدا تیرے ہی لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیے ہوئے سے افطار کیا۔"

دوسری دعا۔

ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر انشاء اللہ (ابوداؤد)

"پیاس جاتی رہی رگیں تر ہو گئیں اور ثواب لازم وثابت ہو گیا۔ اگر خدا نے چاہا۔"

روزہ کس چیز سے افطار کرنا چاہیئے

تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرنا افضل ہے اگر تر وتازہ نہ ملیں تو خشک کھجوروں سے افطار کیا جائے یہ بھی میسّر نہ ہو تو پانی سے افطار کیا جائے۔

عن انس کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات فان لم تکن تمیرات حسا حسرت من ماء (ترمذی، ابوداؤد)

"آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے پہلے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ سورۂ یوسف ۱۰۸

MONTHLY DAWAT URDU

ماہنامہ مجلۂ توحید و سنت

دعوت

شعبان۔رمضان ۱۴۱۱ھ، مارچ اپریل ۱۹۹۱ء جلد چہارم شمارہ ۸-۹ مسلسل ۴۴-۴۵

سرپرست: الشیخ عبدالمجید عبدالرحمٰن

امیر جماعۃ الدعوۃ الی القرآن والسنۃ، افغانستان

کلچرل کمیٹی جماعۃ الدعوۃ الی القرآن والسنۃ۔ افغانستان

اشاریہ

۲ . . . . اداریہ

۴ . . . . ماہ شعبان اور سلمان

۷ . . . . شب برأت

۱۱ . . . . الشیخ جمیل الرحمٰن اور جہادِ افغانستان

۱۵ . . . . فضائل رمضان

۲۷ . . . . خلیج کی جنگ

۳۱ . . . . بقایا جات

۳۲ . . . . نظم

۳۴ . . . . صوبہ کنڑ مفسدوں سے پاک

۳۷ . . . . پند و نصیحت

۳۹ . . . . امارت اسلامی ذرائع ابلاغ میں

۴۳ . . . . مسائل عید الفطر

۵۲ . . . . ماسونیت کیا ہے؟

۵۶ . . . . نجات و بقاء کی راہ

۵۹ . . . . محمدی عادات و خصائل

مُلکِ اعلیٰ

اسحاق طور

قلمی معاونین

اشیخ غلام اللہ حقی

عبدالرحمٰن بخاری ○ سید اکرام الحق جاوید

اے۔آر مظہر ○ عبدالرحیم

ہمارے نمائندے

افغانستان: عبدالحمید سروش — سعودی عرب: فیضان اللہ

اسلام آباد: عفیف احمد — امریکہ: عبدالرحمٰن احمد

پشاور: غنی اللہ مسلم — برطانیہ: منور علی

لاہور: حماد شاکر — جرمنی: وائی۔ ایم حمیم

کراچی: چوہدری ظہور احمد — ہالینڈ: عماد الدین یحییٰ انجیل

کوئٹہ: عرفان مینگل — مظفر آباد: بشیر قریشی

پاکستان میں زرِ تعاون — بیرونی ممالک کیلئے:

ماہانہ: ۱۰ روپے	ماہانہ: ۲ ڈالر
سالانہ: ۱۰۰ روپے	سالانہ: ۲۰ ڈالر

جماعۃ الدعوۃ الی القرآن والسنۃ (الشیخ جمیل الرحمٰن) اکاؤنٹ نمبر ۱۹۴۶۵، حبیب بنک لمیٹڈ، شاہ پور پشاور — اکاؤنٹ نمبر ۵۵، حبیب بنک لمیٹڈ، شاہ پور پشاور

پتہ: ماہنامہ "دعوت" (اردو) ○ پوسٹ بکس نمبر ۶۱۴ پشاور۔ پاکستان

تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے اگر تازہ نہ ملتیں تو خشک سے افطار کرتے اگر خشک بھی میسر نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔"

سلمان بن عامرؓ صحابی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی افطاری کے متعلق ارشاد فرمایا۔

اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانه برکة فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانه طهور۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

"جب کوئی روزہ افطار کرنا چاہے تو کھجور سے افطار کرے کہ وہ باعثِ نفع و برکت ہے، اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کہ وہ طاہر اور مطہر ہے۔"

روزہ افطار کرانے کا ثواب

کسی دوسرے روزہ دار کا روزہ کھلوانا بڑے ثواب کا کام ہے۔ پس دوست احباب خویش واقارب کے روزہ افطار کرانے کے ساتھ فقراء و مساکین اور بیوہ عورتوں کے یہاں نیز مساجد میں افطاری بھیج کر ثواب اخروی حاصل کرنے میں سبقت کرنی چاہیئے، آنحضورؐ فرماتے ہیں۔

من فطر صائما او جهز غازیا فله اجر مثله (بیہقی)

"جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا اس کو بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا۔"

ایک لمبی حدیث میں ہے۔

من فطر صائما کان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وکان له مثل اجره من غیر ان ینتقص من اجره شئی قلنا یا رسول الله لیس کلنا نجد ما نفطر به الصائم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یعطی الله هذا الثواب من فطر صائما علی مذقة لبن او تمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائما سقاه الله من حوضی شربة لا یظمأ حتی یدخل الجنة (الحدیث بیہقی)

"جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ دوزخ سے آزاد ہو جائے گا۔ اور اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی واقع ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم میں سے ہر شخص ایسا نہیں ہے جو روزہ افطار کرا سکے، آپ نے فرمایا یہ اجر اللہ پاک ہر اس شخص کو دے گا جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرا دے اور جس کسی نے کسی روزہ دار کو خوب آسودہ اور سیر کر دیا، اللہ پاک اس کو میرے حوض کوثر سے اتنا پلائے گا کہ وہ پیاسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔"

روزہ میں کون سے امور جائز ہیں اور کن امور سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱) تر یا خشک مسواک دن کے کسی حصہ میں بھی کرنا۔ (۲) سرمہ لگانا اور آنکھ میں دوا ڈالنا۔ (۳) سر یا بدن میں تیل ملنا۔ (۴) خوشبو لگانا۔ (۵) سر پر کپڑا تر کر کے رکھنا۔ (۶) فصد لینا۔ (۷) پچھنا لگوانا بشرطیکہ کمزوری کا خوف نہ ہو۔ (۸) ٹیکہ لگوانا، جو قوت اور غذا کا کام نہ دے۔ (۹) ضرورت کے وقت ہنڈیا کا نمک چکھ کر فوراً تھوک دینا اور کلی کرنا۔ (۱۰) صبح صادق کے بعد جنابت کا غسل کرنا۔ (۱۱) مرد کا بیوی

سے صرف بوس وکنار کرنا بشرطیکہ اپنے کو قابو میں رکھ سکتا ہو اور جماع واقع ہو جانے کا خوف نہ ہو۔ (۱۲) دن میں احتلام ہو جانا۔ (۱۳) عورت کو دیکھ کر انزال ہو جانا۔ (۱۴) خود بخود قے ہو جانا خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ (۱۵) تالاب وغیرہ میں غسل کرنا بشرطیکہ بخوظ لگانے کی صورت میں ناک یا منہ کے ذریعہ حلق کے اندر پانی نہ جائے۔ (۱۶) ناک میں پانی ڈالنا بغیر مبالغہ کے ناک کے اینٹھے کا اندر ہی اندر حلق کے راستہ اندر چلے جانا۔ (۱۷) کلی کرنا۔ (۱۸) کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی تری کا تھوک کے ساتھ اندر چلے جانا۔ (۱۹) مکھی کا حلق میں چلے جانا۔ (۲۰) استنشاق بلا مغالبہ کی صورت میں بغیر قصد وارادہ پانی کا ناک سے حلق کے اندر اتر جانا۔ (۲۱) منہ میں جمع شدہ تھوک کو پی جانا مگر ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔ (۲۲) کوڑے کے خون کا تھوک کے ساتھ اندر چلے جانا۔ (۲۳) کلی کرتے وقت بلا قصد وارادہ پانی کا حلق میں اتر جانا۔ (۲۴) ذکر میں پچکاری کے ذریعہ دوا وغیرہ داخل کرنا۔ (۲۵) بھول کر کھا پی لینا اور بیوی سے صحبت کر لینا۔

۱۔ من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ (صحیحین)

"جو روزہ دار بھول کر کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے اللہ نے اس کو کھلایا پلایا ہے۔" یعنی بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور نہ اس کی قضا دینی ہوگی۔

۲۔ من افطر فی شھر رمضان ناسیا فلا قضاء علیہ ولا کفارۃ

"خزیمہ حاکم ابن حبان) جس نے رمضان کے مہینہ میں بھول کر افطار کر دیا اس کے ذمہ نہ قضا ہے نہ کفارہ۔"

مگر بھول کر جماع یا کھانے کی صورت میں جب یاد آجائے فوراً چھوڑ دینا چاہیئے۔

(۲۶) غبار، دھوئیں یا آٹے کا اڑ کر حلق کے اندر چلا جانا۔ (۲۸) مونچھوں میں تیل لگانا۔ (۲۹) کان میں تیل یا پانی ڈالنا اور سلائی داخل کرنا۔ (۳۰) دانت میں اٹکے ہوئے گوشت یا کھانے کا ٹکڑا جو محسوس نہ ہو اور منتشر ہو کر رہ جائے حلق کے اندر چلا جانا۔

روزہ جن امور سے ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) دانستہ قصداً کھانا پینا خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (۲) دانستہ جماع کرنا۔ (۳) قصداً قے کرنا تھوڑی ہو یا زیادہ (۴) حقہ، سگریٹ پینا، پان کھانا۔ (۶) مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی یا دوا چڑھانا یہاں تک کہ حلق کے نیچے اتر جائے۔ (۷) کھانا پینا یا جماع کرنا رات سمجھ کر یا یہ خیال کر کے کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے۔ حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔ (۸) منہ کے علاوہ کسی زخم کے راستہ سے نلکی کے ذریعے غذا یا دوا پہنچانا (۱) حقنہ کرنا۔ ان سب صورتوں میں ٹوٹے ہوئے روزہ کی قضا رکھنی ضروری ہے۔ اور دانستہ بیوی سے صحبت (جماع) کر لینے کی صورت میں قضا کے ساتھ کفارہ دینا بھی ضروری ہے۔ کفارہ ایک مسلمان لونڈی یا غلام کا آزاد کرنا ہے، اگر اس کی قدرت نہ ہو تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

بیمار، مسافر، حاملہ، مرضعہ کے لیے شرعی رخصت

اگر مسافر بیمار، حاملہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہو اور دودھ پلانے والی عورت کے

دودھ خشک ہو جانے کا خوف ہو تو ان لوگوں کے لیے شریعت کی طرف سے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں بلکہ مسافر کے لیے اس صورت میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

فمن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر

"بیمار اور مسافر کے لیے رخصت ہے کہ روزے نہ رکھیں لیکن اس کے بدلہ ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی ہوگی۔

ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی۔

(ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

"اللہ نے مسافر کو قصر کی اجازت دی ہے اور مسافر، حاملہ، مرضعہ کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دے دی ہے۔"

اگر سفر میں تکلیف نہ ہو اور بیماری، حمل دودھ پلانے کی حالتوں میں روزہ رکھنے سے ضرر اور مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور جس طرح مسافر یا بیمار کو قضا دینی ہوتی ہے اس طرح حاملہ کو وضع حمل کے بعد جب روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور مرضعہ کو جب دودھ خشک ہونے کا خوف جاتا رہے۔ چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی چاہیئے۔

قال شیخنا رحمہ اللہ فی شرح الترمذی الظاھر انھما (الحامل والمرضعۃ) فی حکم المریض فیلزمھما القضاء

بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں کے لیے شرعی رخصت

وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں یا روزہ رکھنے کی صورت میں انتہائی کمزور ہو جانے کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو تو ان کے لیے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین

کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

ھی للشیخ الکبیر والمرأۃ الکبیرۃ لایستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینًا۔ (بخاری)

روزے کا ثمرہ اور مقصد

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

"مسلمانو! جس طرح تم سے پہلی قوموں پر روزے فرض کیے گئے تھے اسی طرح تم پر بھی روزے فرض کیے گئے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔"

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون۔ (البقرہ)

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور جو ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی دلیل ہے۔ پس جو اس مہینہ میں زندہ رہے وہ روزے رکھے جو بیمار یا

مسافر ہو وہ ان کے بدلے اور دنوں میں روزے رکھے خدا تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو اور تاکہ تم خدا کی ہدایت پر اس کی بڑائی کرو اور شکر ادا کرو۔"

قرآن پاک نے روزہ کے حکم کے موقع پر ہم کو روزے کے تین نتیجے بتائے ہیں۔ اتقار، تکبیر، شکر۔ انسانی کاموں کا حقیقی وجود ان کے نتیجوں اور ثمروں کا وجود ہے، اگر نتیجہ اور ثمرہ ظاہر نہیں ہوا۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ کام بھی نہیں ہوا، اگر بیمار کو حکیم نے دوا دی لیکن جس فائدے کے لیے دی تھی وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ حکیم نے دوا نہیں دی اور نہ بیمار نے دوا استعمال کی، اس طرح روزہ کو ہمارا روحانی علاج سمجھنا چاہیئے، پس اگر روزہ سے روحانی شفا، یعنی تقویٰ تسبیح و تقدیس تکبیر و تحلیل، حمد و شکر وغیرہ نہ حاصل ہو تو حقیقت میں وہ روزہ نہیں ہے بلکہ فاقہ ہے اور ایسا روزہ دار فاقہ کش ہے۔ اس کو بھوک پیاس کی تکلیف کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ خدا کے نزدیک ایسے روزہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

کم من صائم لیس من صیامہ
الا الظمأ وکم من قائم لیس من
قیامہ الا السھر (دارمی)

"کتنے روزے دار ہیں جن کو بجز تشنگی کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گذار ہیں جن کے تہجد سے بجز بیداری کے کچھ فائدہ نہیں۔"

روزے کا پہلا ثمرہ اتقاء بتایا گیا ہے۔ جس کے معنی اصطلاح شرح میں ہر قسم کی جسمانی نفسانی خواہشات اور لذائذ سے جسم و روح کو محفوظ رکھنے کے ہیں۔ اور یہی روزہ کی حقیقت ہے۔ جس کے ساتھ تکبیر، حمد و شکر بھی ہونا چاہیئے ہم خیال کرتے ہیں کہ گناہ کے ارتکاب، نفسانی خواہش کی پیروی، عصیان و طغیان سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ دل اور روح کا روزہ ضرور ٹوٹ جاتا ہے اور جب روح و قلب کا روزہ باقی نہیں رہا تو محض جسم کا روزہ بے سود اور غیر مفید ہے۔

الصائم فی عبادۃ من حین یصبح
الی ان یمسی مالم یغتب فاذا
اغتاب خرق صومہ (دیلمی)

"روزہ دار صبح سے شام تک خدا کی عبادت میں رہتا ہے، جب تک کسی کی غیبت نہ کرے جب وہ غیبت کرتا ہے تو اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں ہمارے برے اور بے ہودہ کام، لغو باتیں، سرکشی نفس، روزہ کے منافی نہیں ہیں لیکن یہ خیال جھوٹا اور غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لیس الصیام من الاکل والشرب
انما الصیام من اللغو والرفث (حاکم، بیہقی)

"روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقت میں برے اور لغو کاموں سے بچنے کا نام ہے۔"

ہمارے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم جھوٹی باتوں، برے عملوں کو روزہ کی صحت کے لیے مضر خیال نہیں کرتے حالانکہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔

من لم یدع قول الزور والعمل
بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع
طعامہ وشرابہ (بخاری وغیرہ)

"جو شخص روزے کی حالت میں بھی کذب و

زور اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں کہ اس کے لیے روزہ دار اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔"

پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ روزہ دار حقیقت میں نیکی اور بھلائی کا مجسمہ ہوتا ہے، نہ تو وہ کسی کی غیبت کرتا ہے۔ نہ لغو بے ہودہ عمل کرتا ہے نہ کذب و زور اور جہالت کے کاموں میں اپنے کو ملوث کرتا ہے نہ نفسانی خواہش کی اتباع کرتا ہے بلکہ برائی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتا ہے۔

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد او قاتله فلیقل انی امرو صائم (بخاری وغیرہ)

"تم میں سے جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بدگوئی کرے نہ شور و غل کرے، اگر کوئی اس کو برا کہے یا اس سے آمادہ پیکار ہو تو کہدے میں روزے سے ہوں۔"

ماہ رمضان میں نیک کاموں کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے۔

من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواه ومن ادی فریضة فیه کان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواه۔

"جس شخص نے رمضان میں ایک نفلی کام کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی چاہی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ماسوا رمضان میں ستر فریضے ادا کیے۔"

معلوم ہوا کہ اس مقدس اور بابرکت مہینے میں ہر ایک نیک اور اچھے کام کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے خواہ نفلی ہو یا فرض۔ پس قرآن کی تلاوت، تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل، حمد و شکر، تراویح اور دوسرے نیک کام میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ اس مبارک مہینے میں دل کھول کر صدقات، خیرات کرنا چاہیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت تیز و تند ہوا سے بھی زیادہ ہو جایا کرتی تھی۔ اسی لیے آپ نے اس مہینہ کو شہر المواساۃ (ایکدوسرے کی غمخواری اور مدد کا مہینہ) بتایا ہے۔ ہمارے سالانہ فرض دو ہیں ایک جسمانی اور ایک مالی۔ فریضۂ مالی (زکوٰۃ) اگرچہ کسی وقت کے ساتھ محدود اور مخصوص نہیں ہے، مگر جب رمضان میں ایک فرض کی ادائیگی سے ستر فریضہ کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے تو ادائیگی زکوٰۃ (فریضہ مالی) کے لیے رمضان سے بڑھ کر دوسرا کون سا وقت ہوگا۔

لیلۃ القدر اور اعتکاف کے فضائل و مسائل

لیلۃ القدر

شب قدر وہ مبارک رات ہے جس میں خدا کا کلام نازل ہونا شروع ہوا۔ عزت و حرمت کی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، امن و سلامتی کی رات ہے۔ جس میں عالم کے لیے امن و سلامتی کا پیغام اترا وہ برکت والی رات ہے جس میں برکات ربانی رحمتہائے آسمانی کی ہم پر سب سے پہلے بارش ہوئی۔

انا انزلنٰه فی لیلة القدره وما ادرٰك ما لیلة القدره لیلة القدر خیر من الف شهره تنزل الملٰئكة

والروح فیها باذن ربهم من کل امر سلٰم هی حتی مطلع الفجر ہ

"ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے، وہ ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح الامین جبرئیل علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے امن اور سلامتی لے کر اترتے ہیں جو طلوع فجر تک قائم رہتی ہے۔"

انا انزلناه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین ہ فیها یفرق کل امر حکیم ہ امرا من عندنا انا کنا مرسلین ہ رحمة من ربك انه هو السمیع العلیم (القرآن)

من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه (صحیحین)

"جس نے شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے تراویح اور قیام کیا اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے" پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اس رات میں رحمت الٰہی کا طلب گار ہو اور رحیم وکریم کے سامنے سر نیاز جھکا دے اور خشوع و خضوع سے یہ دعا پڑھے۔

اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عنی

"اے اللہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے درگذر کرنے کو پسند کرتا ہے، پس میرے گناہوں سے درگذر فرما۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ سے عرض کیا اگر میں شب قدر پاؤں تو کیا پڑھوں۔ آپؐ نے ان کو یہی دعا سکھائی (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ رمضان کے آخری دسے کی راتوں میں خصوصیت اور غایت اہتمام کے ساتھ تسبیح وتقدیس تکبیر وتہلیل، استغفار و ذکر الٰہی، تلاوت قرآن، نفل نمازوں میں مشغول رہے اور طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار رات کی عبادت سے بڑھ کر ہے

اعتکاف

عبادت الٰہی کی نیت سے مسجد میں اپنے آپ کو مقید کرنا اعتکاف ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔

عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه الله عزوجل ثم اعتکف ازواجه من بعده

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ ہمیشہ رمضان کے آخری دسے میں اعتکاف کیا کرتے تھے تا آنکہ اللہ نے آپؐ کو وفات دے دی۔ آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج اعتکاف کرتی رہیں۔"

اعتکاف کرنے والا چونکہ قرب الٰہی کی طلب میں اپنے کو خدا کی عبادت کے لیئے وقف کر دیتا ہے اور دنیا کے تمام مشاغل سے دور ہو جاتا ہے، اس لیے ان اشخاص کے مشابہ ہے جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے۔

لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون

"اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں۔"

یسبحون اللیل والنهار لا یفترون

"رات دن پاکی بیان کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔"

الذین یذکرون الله قیاما وقعودا

وعلیٰ جنوبھم

"اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور ذکر خدا میں مشغول رہتے ہیں"

الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدا وسبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقنھم ینفقون (حم السجدہ)

"ان کی حالت یہ ہے کہ جب آیات قرآنیہ کیساتھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور حمدِ الٰہی کے ساتھ رب کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ان کے پہلو ان کی خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں امید و بیم کی حالت میں اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں۔"

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (النور)

"اللہ کی یاد سے خرید و فروخت ان کو غافل نہیں کرتی۔"

عن عائشہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل العشر الاواخر احیا لیلہ وایقظ اھلہ وشد مئزرہ (صحیحین)

وعنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر ما لا یجتھد فی غیرہ (مسلم)

ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ جتنے دن چاہے اعتکاف کر سکتا ہے مگر رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے پس جو شخص پورے عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہتا ہو بیسویں رمضان کو دن کے آخر حصہ میں آفتاب غروب ہونے سے کچھ پہلے مسجد میں چلا جائے اور اکیسویں تاریخ کی رات مسجد میں گزارے اور مسجد کے جس گوشہ میں اس کے لیے اعتکاف کی جگہ متعین کی گئی ہے صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اس جائے متعینہ کو اعتکاف کے لیے اقتیاً کر لے۔

اعتکاف مرد، عورت اور نابالغ بھی کر سکتے ہیں مگر عورت کو اپنے شوہر کی اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ اعتکاف اپنے شہر یا قصبہ کی جامع مسجد میں کرنا چاہیئے۔ وھو مختار شیخنا العلامۃ الاجل الشیخ عبد الرحمن المبارکفوری رحمہ اللہ تعالیٰ کما صرح بہ فی شرح الترمذی ط

عورت بھی مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے (جیسا کہ ازواجِ مطہرات مسجد نبوی میں معتکف ہوئی تھیں) مگر اس کے لیے اس کے شوہر یا ذی محرم کی اجازت ضروری ہے۔ زمانہ کے خراب اور پرفتن ہونے کی وجہ سے علمائے حنفیہ کے نزدیک عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے ان کے نزدیک اس کو اپنے گھر کی مسجد میں یا گھر کی کسی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا چاہیئے۔

کن امور سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا اور وہ جائز ہیں۔

مسجد گر جانے یا جان و مال کے خوف سے مسجد سے باہر نکل جانا بشرطیکہ دوسری مسجد میں فوراً چلا جائے۔ مسجد میں کسی دوسرے کو ضرورت کے وقت خرید و فروخت کی ہدایت کرنا، نکاح کرنا، عمدہ لباس پہننا، سر میں تیل لگانا، خوشبو استعمال کرنا، کوئی دوسرا کھانا لانے والا نہیں ہے اس لیے خود گھر جا کر کھانا لانا، پیشاب پاخانہ کے لیے قریب سے قریب جگہ جانا، غسلِ جنابت کے لیئے مسجد سے باہر جانا۔ بعض روایتوں سے جامع مسجد کے علاوہ دوسری ایسی مسجد میں جہاں جماعت کے ساتھ پنجگانہ نماز ہوتی ہو اعتکاف کرنے کا جواز نکلتا

بقیہ صفحہ ۲۳

خلیج کی جنگ کا پس منظر اور حقیقت

از: ابو مسعود

آج سے تقریباً گیارہ بارہ سال پہلے روس نے افغانستان پر فوج کشی کا اقدام کیا تو امریکہ سمیت تقریباً دنیا کے تمام ممالک نے اس کی مذمت کی اور بین الاقوامی اداروں اور کانفرنسوں میں اس مفہوم کی قراردادیں منظور کی گئیں کہ روس افغانستان کی سرزمین کو خالی کردے اور اپنی افواج کو واپس بلالے۔

ادھر روس نے ان قرار دادوں کی کوئی پروانہ کی اور اپنی ضد پہ اڑا رہا بلکہ افغانستان پر اپنے ناجائز قبضے کے جواز واستحکام کی کوششیں کرتا رہا اور ادھر افغان عوام میں اس کے خلاف نفرت اور مزاحمت بڑھتی رہی حتیٰ کہ وہ جہاد اسلامی کے جذبے سے سرشار ہوکر اس کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے لگ گئے۔

افغان عوام کی یہ مسلح جدوجہد مسلسل جاری رہی تاآنکہ روس افغانستان کو خالی کرنے پر مجبور ہوگیا مگر کب؟ جب کہ ہزاروں روسی فوجی افغانیوں کی گولیوں سے چھلنی ہوچکے تھے اور لاکھوں افغانیوں کے ساتھ بے شمار پاکستانی، کویتی اور سعودی نوجوان بھی خون میں نہا کر جام شہادت نوش کرچکے تھے۔

افغانیوں کی اس مسلح جدوجہد میں جہاں ایک طرف امریکہ، برطانیہ وغیرہ طاقتیں ان کی معاونت کر رہی تھیں وہاں دوسری طرف پاکستان کی اس وقت کی حکومت، عوام اور دوسری اسلامی حکومتیں بھی ان کی زبردست امداد کررہی تھیں بلکہ ان کے شانہ بہ شانہ لڑرہی تھیں خصوصاً کویت اور سعودیہ اور ان کے مخلص عوام تو اس سلسلہ میں مالی اور افرادی قوت مہیا کرنے میں سب سے بازی لے گئے تھے۔

پھر روس نے مجاہدین افغانستان کی گیارہ سالہ زبردست مزاحمت کے نتیجے میں اپنی فوجوں کی واپسی کی حامی بھرلی۔ لیکن جاتے جاتے امریکہ سے یہ ضمانت لینا چاہی کہ افغانستان میں اسلامی یعنی مجاہدین کی یا دوسرے لفظوں میں "بنیاد پرستوں" کی حکومت قائم نہ ہونے پائے، تو امریکہ نے فوراً اس پر صاد کیا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی یہ چاہتا تھا اس لئے کہ افغانستان میں مجاہدین کی حکومت قائم ہوجانے کی صورت میں جس طرح روس کو ان کی "بنیاد پرستی" سے خطرہ محسوس ہوتا تھا، اسی طرح امریکہ کو بھی خدشہ تھا کہ اس سے اس کے علاقائی، سیاسی اور مذہبی مفادات متاثر ہوسکتے ہیں۔

چنانچہ امریکہ اور روس کی طرف سے اپنی متفقہ رائے کو عملاً یقینی بنانے کی خاطر افغانستان میں ظاہر شاہ کی حکومت قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی مجاہدین نے ڈٹ کر اس کی مخالفت کی جس کی وجہ سے پاکستان کی حکومت بھی اس تجویز کی تائید وحمایت نہ کرسکی۔

قضیۂ افغانستان کے یہاں تک پہنچتے پہنچتے، افغانستان اور پاکستان میں ابھرتی ہوئی اسلامی قوت اور جذبۂ جہاد وقتال کی ایمان افروز لہر سے پوری دنیائے کفر والحاد (روس، امریکہ، برطانیہ، انڈیا، اسرائیل وغیرہ) چوکنی ہوچکی تھی

اس لئے اس کو ختم کرنے کی غرض سے یوں لگتا ہے جیسے امریکہ سمیت تمام اسلام دشمن طاقتوں نے اپنے تاریخی وروایتی کردار کے مطابق متفقہ طور پر ایک ہولناک منصوبہ تیار کیا جس کو عملی شکل دینے کے لئے ایک طویل پروگرام بنایا گیا۔

چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ افغانستان میں ابھرنے والی جذبۂ جہاد وقتال پر مبنی اسلامی طاقت کے قیام میں ایک تو کویت اور سعودیہ کی دولت کا عمل دخل رہا ہے دوسرے پاکستانی فوج اور حکومت کا بے بہا عملی اور اخلاقی وسیاسی تعاون شامل رہا ہے اور تیسرے خود امریکہ اور اس کی حلیف طاقتیں غذا اور اسلحہ کی صورت میں مجاہدین کو خاصی امداد دیتی رہی ہیں گویا ان کے خلاف ابھرنے والی قوت کے قیام میں ان کا اپنا دست تعاون بھی کسی حد تک شامل تھا۔

اس لئے اس نئی اٹھتی ہوئی اسلامی قوت کی کمر توڑنے کی غرض سے اپنے بنائے ہوئے منصوبے پر اسلام دشمن سامراجی طاقتوں نے قسط وار عمل کرنے کا آغاز کردیا۔ پہلی قسط کے طور پر امریکہ اور اس کی حلیف طاقتوں نے افغان مجاہدین کی امداد ومعاونت سے کلیتہً اپنا ہاتھ کھینچ لیا دوسری قسط کے طور پر پاکستانی حکومت کے سربراہ اور فوج کے چوٹی کے جرنیلوں کو۔ جن کا جہاد افغانستان میں زبردست کردار اور ناقابل فراموش حصہ تھا۔ سانحۂ بہاولپور میں مروادیا گیا۔

اور تیسری قسط پر خلیج کی حالیہ جنگ کی صورت میں عمل کیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں خلیج کی جنگ بھی اسی منصوبے کا ایک حصہ تھا جو اسلام اور مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی قوت کے خاتمے اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے عالمی سامراجی قوتوں نے باہم مل کر بنایا تھا۔

اس بنا پر یہ کہنا بعید از قیاس نہیں کہ خلیج کی جنگ کی جو شکل ہمیں نظر آرہی تھی یاد کھائی جارہی تھی۔ درحقیقت اس کی شکل وہ نہیں تھی۔ ہاتھی کی طرح اس جنگ کے دانت بھی دکھانے کے اور کھانے کے اور تھے دکھایا یہ جارہا تھا کہ خلیج میں جنگ صدام کے خلاف لڑی جارہی ہے' حالانکہ فی الواقعہ یہ جنگ عراق کویت اور سعودیہ بلکہ اصل اسلام کے خلاف لڑی جارہی تھی۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

مظلوم مسلمان کی مالی امداد کرنے کا سوچ بھی نہ سکے۔

اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ خلیج کی جنگ ۱۵ جنوری کے بعد شروع نہیں کی گئی تھی بلکہ اس کا آغاز اسی وقت ہوگیا تھا جب کہ روس وغیرہ کے اشارے اور امریکہ وغیرہ کی رضامندی سے صدام نے کویت پر قبضہ کرلیا تھا۔

کیونکہ سامراجی قوتوں کا اصل مقصود کویت اور سعودیہ کو اس جرم کی سزا دینا تھا جس کا افغان مجاہدین کی بے انتہا مالی امداد کی صورت میں انہوں نے ارتکاب کیا تھا اور امریکہ کی بندش کے بعد بھی اس کا ارتکاب کرتے ہی چلے جارہے تھے اور اسی طرح عراق کی قوت کو تباہ کرنا بھی ان کا مقصود تھا تاکہ صدام کی جگہ اگر کوئی کھرا مسلمان آجائے تو وہ اس سے فائدہ نہ اٹھاسکے۔

اس تناظر میں اگر دیکھاجائے تو صدام حسین سوشلسٹ ہونے کے ساتھ ساتھ امریکہ اور دیگر سامراجی قوتوں کے آلۂ کار کے طور پر بھی کام کرتا نظر آتا ہے اور یہ کوئی ناممکن بھی نہیں کیونکہ دونوں میں سیکولر ہونے کا اشتراک موجود ہے اور یہ وہ " درد مشترک " ہے جس کے متعلق بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ

بڑا ہے درد کا رشتہ یہ دل غریب سہی
تمہارے نام پہ آئیں گے غم گسار چلے

چنانچہ بارہا ایسا ہوچکا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے سوشلسٹ بلاک سے تعلق رکھنے

چنانچہ ایک طرف کویت اور اس کے سرچشمۂ دولت (تیل کے کنوؤں) پر ایک نام نہاد مسلمان، سیکولر اور سوشلسٹ حکمران (بظاہر اسرائیل دشمن اور بباطن عراق دشمن بلکہ اسلام دشمن) اور دوسری طرف سعودیہ کو اس سے ڈراکر اور اپنی فوجوں کو خلیج میں اتار کر سعودیہ کی دولت کو لوٹا گیا تاکہ وہ اتنا کنگال ہوجائے کہ دنیا کے کسی

متذکرہ امور کے پیش نظر راقم کی یہ رائے ہے کہ خلیج میں جنگ کے ساتھ ساتھ بہت حد تک ڈرامہ بازی بھی کی گئی ہے اور سودے بازی بھی۔ چنانچہ ہمارے اس خیال کی مندرجہ ذیل امور سے مزید تائید و تقویت ہوتی ہے

۱ خلیج کی جنگ کا مقصد اگر عراقی فوجوں سے کویت خالی کرانا ہی تھا تو یہ کام امریکہ بہادر سعودیہ میں اپنی فوجیں اتارے بغیر عراق کو محض ایک دھمکی دے کر بھی کرواسکتا تھا۔ کیونکہ جس کے سامنے خود روس نہیں ٹھہر سکا اس کے سامنے روس کا "بغل بچہ" کیسے اکڑ سکتا تھا؟

۲ جنگ میں عام طور پر فریقین ایک دوسرے کو کمزور باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر یہ عجیب جنگ تھی کہ امریکی جرنیل اور ذرائع ابلاغ عراق کی قوت کا برملا اعتراف اور صدام کے ناقابل تسخیر ہونے کا اعلان کرتے تھے بلکہ صدام کی بہادری اور شجاعت کی تشہیر کی غرض سے عین لڑائی کے دوران اسے گھوڑے پر سوار اپنی فوجوں کا معائنہ کرتے ہوئے ٹی وی پر دکھاتے تھے۔

یوں لگتا ہے جیسے امریکہ بہادر صدام حسین کو بہت طاقتور باور کراکے عراق کی خوب پٹائی کرنا چاہتا تھا اور اسے دنیا بھر کے سادہ لوح مسلمانوں کا ہیرو بنا کر اور آرام پسند عرب شہزادوں کے لئے اسے "ہوا" بنا کر اس سے بلاواسطہ یا بالواسطہ کوئی بہت بڑا کام لینا چاہتا تھا۔

مثلاً خلیج کے نقشے میں تبدیلی۔ یعنی خلیجی ممالک کی جغرافیائی حدود میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی جس سے

والے حکمران سرمایہ داروں کے عزائم کی تکمیل کر جاتے ہیں اور سرمایہ دار بلاک سے تعلق رکھنے والے حکمران سوشلسٹوں کے مفادات کا تحفظ کرجاتے ہیں اور وجہ اس کی وہی ہوتی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے یعنی سیکولرزم اور لادنیت کے فروغ کی مشترکہ محبت۔ ویسے بھی کہا جاتا ہے کہ سیاست میں کوئی چیز بھی حرفِ آخر نہیں ہوتی۔

حسین کے ذریعے حاصل کیا۔

اسی طرح ہوسکتا ہے کہ یہ بھی ان کے پروگرام میں شامل ہو کہ سعودی حکومت کی "بنیاد پرستی" پر ضرب کاری لگا کر وہاں بھی سیکولرزم اور مغربیت کے فروغ کا راستہ ہموار کیا جائے۔ کیونکہ خلیجی جنگ کے آغاز سے چند ہفتے قبل سعودیہ میں عورتوں کی ڈرائیونگ کے سلسلہ میں عورتوں کا ایک جلوس نکلوایا گیا تھا جس کے مطالبے کو سعودی حکومت کی طرف سے سختی کے ساتھ مسترد کر دیا گیا تھا۔

۳ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے عراق پر ہزاروں فضائی حملے کئے گئے اور ہزاروں ٹن بارود پھینکا گیا۔ لیکن عراق کی طرف سے ایک بھی فضائی حملہ نہ کیا گیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صدام نے جان بوجھ کر عراق کو تباہ کروایا ہے اور اسی مقصد کے لئے اس نے کویت پر حملہ کیا تھا؟ نیز اخبارات میں بعض لوگوں کی یہ قیاس آرائی بھی آچکی ہے کہ عراق پر پھینکا جانے والا بارود ناکارہ تھا سعودیہ/کویت کو کنگال کرنے کے جذبے کے سوا آخر اس کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟

۴ جو عراق دس گیارہ سال تک مسلسل لڑ کر ایران جیسے ملک کو فتح نہ کرسکا ہو وہ یکایک اتنا طاقتور کیسے ہو گیا کہ امریکہ جیسی سپر طاقت اپنی اتحادی قوتوں سمیت اسے کویت سے نکال باہر کرنے سے عاجز نظر آرہی تھی یقیناً دال میں کچھ کالا تھا۔

۵ جو امریکہ ایران کے خلاف عراق کی دس گیارہ سالہ

اداریہ
جنگِ خلیج - مجرم کون؟

عرب فضائیں موت و زیست کے سناٹے میں سسک رہی ہیں۔ اخلاق، انسانیت، تہذیب و ثقافت اور اسلام کا آفاقی درس دینے والے حیرت و استعجاب سے صلیبی چہروں کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ اُن ہی کے ماتھے کی شکنوں میں خلیجی ممالک کی تقدیر ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ ایک شرمناک المیہ داستان ہے جسے اقوامِ عالم خوب سمجھتی ہیں آگ گھر کے چراغ سے لگی ہو تو اغیار کی سُرخ آندھیوں سے کیا گِلہ کیا شکوہ۔

صدام کی احمقانہ ننگی جارحیت نے امریکی ایف 15 سٹیلتھ بمبار، بی 52 برطانوی ٹارنیڈو۔ جیگوار اور فرانسیسی بمبار طیاروں کو دعوتِ تباہی دی اور وہ 16-17 جنوری کی درمیانی شب سے 28 فروری ۹۱ء تک مسلسل ہوا کے دوش لہراتے، مچلتے اور گرجتے رہے، کروز میزائلوں نے بھی اپنے جوہر دکھائے اور یوں بارود کی برسات چھما چھم برستی رہی۔ انسانی سروں کی فصل کٹی اور اب گاؤں، قصبے، شہر، صحرا اور سمندر پکار رہے ہیں دیدۂ عبرت ہو تو ہمیں دیکھو کہ ہم ہی تمہاری صورت تمہاری نیت کا عکس ہیں۔ صدائے گنبدِ صدام سے پوچھتی ہے۔

گردن کس کی کٹی ، لہو کس کا بہا ؟
آن کس کی لُٹی ، دھن کس کا لُٹا ؟

عالمِ اسلام کی مقدس سرزمین پر ناپاک قدموں کو جمانے والے منافق صدام! تجھے تاریخِ اسلام سدا لعنت بھیجتی رہے گی۔ شہیدوں کی روحیں، یتیم اور بیواؤں کی آہیں قیامت تلک تمہارے تعاقب میں رہیں گی۔ اُمتِ مسلمہ تو اس دردناک سانحہ سے دوچار ہو ہی چکی لیکن اب انتہائی سنجیدگی اور خردمندی سے مسلم سربراہوں کو غور کرنا ہوگا۔ اگر اس نازک موڑ پر بھی انانیت اور جذباتیت کا سہارا لیا گیا تو پھر ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

دورانِ جنگ صدام کے حواریوں نے معصوم جذبوں کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اسے صلاح الدین ایوبی اور نہ جانے کن کن مشاہیرِ اسلام سے تعبیر کیا گیا اور جب جنگ کے بادل چھٹے ہیں تو اس کی صورت بھی نہیں پہچانی جاتی۔ عزت، شہرت اور استقامت تو اسلام کے شیدائی شیروں کا مقدر ہے بعث پارٹی کے اس گیدڑ کا نقیب کہاں جس نے قدم بڑھنے سے پہلے ہی گھٹنے ٹیک دیئے۔ ہم پہلے بھی عرض کرتے رہے ہیں کہ بعث پارٹی کا یہ سرخیل کمیونسٹوں کا چیلہ ہے، اسے اسلام کے مقدس رشتوں کی پہچان نہیں۔ اس نے اپنے تکریتی قبیلہ کے افراد کو خفیہ فورس اور حفاظتی نظام کے لیئے روس سے تربیت دلوائی اور عراق میں اپنے ہر مخالف کو راستے کا پتھر سمجھ کر ٹھکانے لگا دیا۔ کرد باغیوں کی بھاری تعداد زہریلی گیس کی نذر ہوگئی اور کویت پر حملہ سے ذرا پہلے فضائیہ کے کمانڈر انچیف سمیت 180 اعلیٰ فوجی افسران کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسلام کے نقیب قومیت پر فخر نہیں کیا کرتے۔ یہ صدام ہی ہے جسے اپنی قدیم قومیت پر بڑا ناز ہے۔ عرب ازم بھی اس کا محبوب نعرہ رہا لیکن جب عرب ملک کویت پر دھاوا بول دیا تو یہ بھرم بھی جاتا رہا۔ ہمیں صدام نواز عناصر سے یہی شکوہ ہے کہ وہ چمکتے سورج کی روشنی میں بھی دن کو رات کہتے رہے۔ صدام نے خالص اپنا یا اسلام کا کھیل کبھی کھیلا ہی نہیں۔ وہ تو حسبِ ارشاد کیمونسٹوں اور غیر مسلم دوستوں کے میدان میں ہی سرپٹ دوڑتا رہا ہے اور یہی بعث پارٹی کا اصل منشور ہے ورنہ ایک کم فہم مرد بھی سمجھ سکتا ہے کہ کویت، سعودی عرب اور عراق اُمتِ مسلمہ کی جاگیر ہیں۔ تنازعات باہمی مصالحت سے بھی طے پا سکتے تھے، رہے مغربی مفادات تو وہ کس سے پوشیدہ تھے۔ اسرائیل اور تیل کا تحفظ تو انہیں جان

اسرائیل کا استحکام اور توسیع ممکن ہو سکے . جیسا کہ عالمی اخبارات اور ذرائع ابلاغ کی خبروں میں اس پروگرام کی طرف واضح اشارات پائے جاتے تھے . ویسے اگر سوچا جائے تو کویت ' عراق کی تباہی اور سعودیہ کی دولت کا ضیاع بھی کوئی معمولی مقصد نہیں جو اسلام دشمن طاقتوں نے صدام مشتمل مذاکرات میں آخر کونسے الجھے ہوئے امور زیر بحث آیا کرتے تھے ؟ کویت کو خالی کرنے کرانے کا مسئلہ تو انتہائی سادہ اور دو ٹوک تھا اس کے لئے لمبے چوڑے خفیہ مذاکرات کی کیا ضرورت ہوسکتی تھی؟

۶ کویت پر عراقی قبضے اور خلیج میں برپا جنگ سے اگر نقصان ہوا ہے تو اسلام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کا اور فائدہ پہنچا ہے تو اسرائیل سمیت تمام اسلام دشمن مسلمان کش طاقتوں کو،چنانچہ پورے عالم اسلام کو تقسیم اور باہم مخالف کرکے رکھ دیا گیا ہے دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو کویتی اور سعودی امداد سے محروم کردیا گیا ہے . مسئلۂ افغانستان وکشمیر دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا ہے اور یوں افغانستان میں روس اور اس کی کٹھ پتلی حکومت اور کشمیریوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والی انڈیا کی ظالم حکومت کو بیک وقت خوش کردیا گیا ہے شائد یہی وجہ تھی کہ انڈیا حکومت عراق کی دوستی کا دم بھرنے کے ساتھ ساتھ امریکہ کے ساتھ بھی تعاون کرتی رہی ہے نیز بھارتی حکومت نے عراق کے طیاروں کو ضبط کرلینے کا جو اعلان کیاہے ' ہمارے خیال میں اس میں بھی صدام کی مرضی شامل ہے. کیونکہ وہ اسلامی قوت اور مسلمانوں کے وسائل کو تباہ کرنا چاہتا ہے خواہ ان کا تعلق عراق کے ساتھ ہویا کویت اور سعودیہ کے ساتھ.

یہ وہ قابل غور وفکر پہلو ہیں جن کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ خلیج کی جنگ کی حقیقت اس کی صورت سے اور اس کا باطن اس کے ظاہر سے مختلف تھا نیز ان کو پیش نظر رکھ کر یہ اندازہ کیا جاسکتاہے کہ اس جنگ کے پیچھے جنگ میں صدام کی مسلسل پشت پناہی کرتا رہا ہے حالیہ خلیج کی جنگ میں کیوں ممکن نہیں کہ اسی امریکہ کے ساتھ عراق کے خفیہ تعلقات رہے ہوں اور اس نے صدام اور اس کے عیسائی وزیر خارجہ کے ساتھ خفیہ سمجھوتہ کررکھا ہو ؟ امریکہ اور عراق کے وزرائے خارجہ کے کئی کئی گھنٹوں پر اندھیرے میں رکھنے اور ان کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے کی گئی تھیں حقیقت واقعہ سے ان کا کوئی خاص تعلق نہیں تھا.

عالم اسلام کا اصل المیہ.

عالم اسلام کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس کے لیڈر اور سربراہ عام طور پر (الاماشاء اللہ) عالم کفر کی طرف سے مہیا کئے جاتے ہیں اسلامی ممالک میں اکثر وبیشتر دیکھاجاتا ہے کہ ایک غیر معروف شخص اچانک سیاست کے پردہ سکرین پر نمودار ہوتا ہے ہر طرف سے اس کی قابلیت کے ڈنکے بجنے لگتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وزارت عظمٰی یا صدارت کے منصب جلیل پر فائز ہوجاتا ہے اور پھر اس کی موت یا معزولی کے بعد جاکر یہ راز کھلتاہے کہ وہ ایسا تھا اور ویسا تھا.

اسی طرح مسلمان ملکوں کی (امور خارجہ ' دفاع ' خزانہ ' ذرائع ابلاغ وغیرہ سے تعلق رکھنے والی) انتہائی حساس اور کلیدی آسامیوں پر چپکے سے نہ جانے کس کے اشاروں پر ایسے افراد متعین ہوجاتے ہیں جن کے سیاق وسباق سے اہل ملک کلیتہً بے خبر ہوتے ہیں.

یہ موضوع بڑا حساس اور طویل ہے مقصود صرف یہ ہے کہ سامراجی قوتیں ہمیشہ اسلامی ممالک میں جمہوری یا غیر جمہوری طریقوں سے ایسے لوگوں کو اوپر لانے کی کوشش کرتی ہیں جو اور تو سب کچھ ہوسکتے ہیں مگر پکے اور سچے مسلمان نہیں ہوتے پھر وہ لوگ ان کے ذریعے اپنے مخصوص عزائم کی تکمیل کرتے رہتے ہیں اس لئے کہ جس شخص کی خود سربراہی اور قیادت ہی سامراجی قوتوں کی

دراصل کونسے عوامل اور محرکات کار فرما تھے؟

باقی رہا یہ الزام کہ کویت نے عراق کا تیل چوری کیا تھا یا یہ دعویٰ کہ عراق اسرئیل کو تباہ کرنا چاہتا تھا اس لئے کویت پر قبضہ کیا گیا تھا تو اس قسم کی باتیں محض لوگوں کو

اختیار کرلیتا ہے تو پھر اس پر چلتے ہوئے اس سے مزید غلط کاریوں کا ارتکاب ناگزیر سا ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سیکولر ہوجانے والے مسلمان لیڈروں اور سربراہوں سے کبھی ایسے کام ہوتے نظر نہیں آتے جو اسلام اور مسلمانوں کی تقویت کا باعث بنتے ہوں بلکہ وہ ہمیشہ ایسے کارنامے ہی سرانجام دیتے ہیں جن سے مسلمان کمزور اور ان کا اتحاد پارہ پارہ ہوتا ہے اور الجھے ہوئے مسائل مزید الجھ جاتے ہیں اور یوں اسلام دشمن اپنی کامیابی پر خوشی سے بغلیں بجانے لگتے ہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ جب تک اسلامی ممالک کے تمام سربراہ خصوصاً صدام حسین سیکولرزم اور دیگر غیر اسلامی نظریات سے تائب ہوکر اپنے ذاتی وسیاسی کردار وعمل میں خالص اسلامی اصولوں اور تقاضوں کے مطابق تبدیلی پیدا نہیں کرتے اس وقت تک نہ مسئلہ خلیج صحیح طور پر حل ہوسکتا ہے اور نہ مسلمانوں کے دیگر عالمی مسائل۔

ہمارے خیال میں مسلمانوں کے مسائل جہاد اسلامی کے بغیر سرانجام نہیں پاسکتے اور جہاد سے قبل اتحاد ضروری ہوتا ہے اور عالم اسلام کا صحیح معنوں میں اتحاد اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ان کے سربراہ صحیح معنوں میں مسلمان یعنی اللہ سے ڈرنے والے متقی اور پرہیزگار نہیں ہوجاتے۔

اگر ہمارے لیڈر اور سربراہ واقعی متقی اور پرہیزگار مسلمان بن جائیں۔تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام دشمن کبھی بھی ان کو ورغلا نہیں سکیں گے اور نہ وہ اپنی دسیسہ کاریوں اور سازشوں کے ذریعے ان کو اپنا آلۂ کار بنا سکیں گے کیونکہ تقوے اور پرہیزگاری سے انسان کو وہ قوت ایمانی اور سیاسی بصیرت حاصل ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے وہ انتہائی الجھے ہوئے حالات میں بھی حق وباطل میں امتیاز کرلینے اور دشمنوں کی سیاسی چالبازیوں اور مکاریوں سے خود کو بچالینے کے قابل ہوجاتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

یاایھا الذین امنوا ان تتقو اللہ یجعل لکم فرقانا (الانفال ۲۹)

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرکر پرہیزگار بن جاؤ تو وہ تمہارے اندر حق وباطل میں امتیاز کر لینے کی صلاحیت پیدا کردے گا"۔ (سورۃ الانفال آیت ۲۹)

وان تصبر و ا و تتقوا لا یضر کم کیدھم شیا (ال عمران ۱۲۰)

"اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری پر قائم رہو تو ان (دشمنان اسلام) کی مکاریاں تمہیں ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی" (سورۃ آل عمران آیت ۱۲۰)

سب کچھ اور ہے جس کو تو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

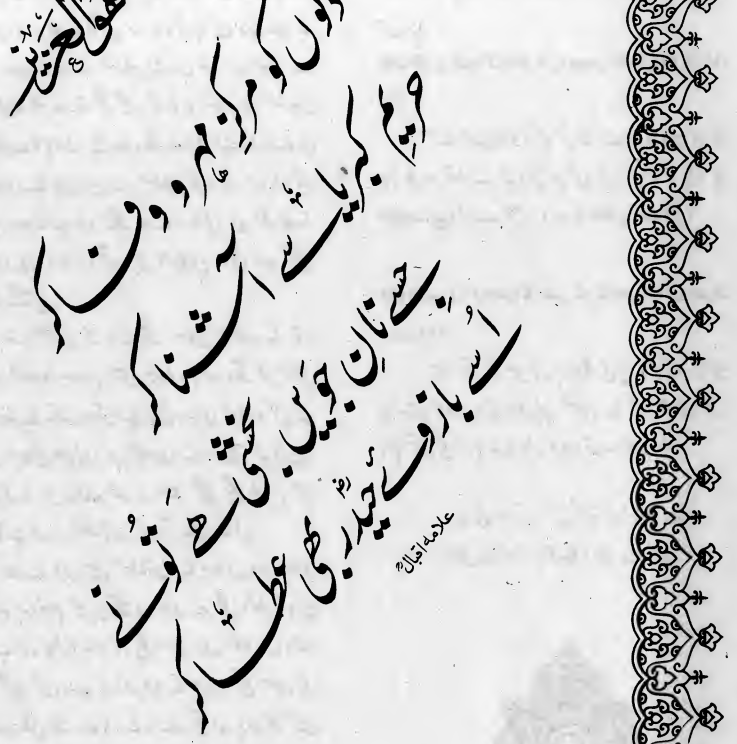

دُعائے نیم شبی

متاعِ ذوقِ ایمانی عطا کر — شعور و فہمِ قرآنی عطا کر
دلوں کو نورِ ایماں سے جِلا دے — جبینوں کو درخشانی عطا کر
تڑپ جس درد سے ہو دل میں تیری — مجھے وہ دردِ لافانی عطا کر
بہ ہنگامِ سحر قلب و نظر کو — بہارِ اشک افشانی عطا کر
الٰہی! شب گزیدہ عصرِ نو کو — فروغِ صبحِ فارانی عطا کر
سحر کی چاک دامانی سے پہلے — نظر کو پاک دامانی عطا کر
سکونِ قلزمِ ایماں کو پھر — خروشِ موج و طغیانی عطا کر
بڑھا کچھ اور لو شمعِ حرم کی — اندھیروں کو فروزانی عطا کر
خداوندا! مرے قلبِ حزیں کو — گداز و سوزِ ایمانی عطا کر
تقاضا ہے مری تشنہ لبی کا — مجھے صہبائے عرفانی عطا کر
سرافگندہ مسلماں ہے جہاں میں — اِسے اوجِ سلیمانی عطا کر
تو میرے پیکرِ فکر و نظر کو — جمال افروز تابانی عطا کر
یہ میری مختصر سی آرزو ہے — مسلماں کو مسلمانی عطا کر

یہ تیرا بندۂ عاصی ہے تابشؔ
اسے فرمانِ غفرانی عطا کر

کلام
تابشؔ حجازی

کتبہ
مُشتاق احمد بھٹہ

الحمدللہ صوبہ کنڑ مفسدوں سے پاک ہوا

دشمنان اسلام کی کوششیں قانون الٰہی کے نفاذ میں رکاوٹ نہیں بن سکیں جب بھی دشمنوں نے دیکھا کہ مسلم جماعتیں شریعت کے قیام میں مصروف ہیں تو انہوں نے حق کی راہ میں طرح طرح کی ایسی رکاوٹیں کھڑی کردیں جو موقع وماحول کے مطابق تھیں چنانچہ کبھی تو انہوں نے ہماری صفوں میں تفریق وانتشار پیدا کر دیا اور کبھی مسلمانوں کی توجہ اصل مسئلہ سے ہٹا کر دوسرے مسائل کی طرف پھیر دی تاکہ وہ اسی میں الجھ کر شریعت الہیہ کے نفاذ سے غافل ہوجائیں لیکن ایسا نہیں ہوسکا اللہ کا شکر ہے کہ اس کے سپاہی (لشکر) اپنی قلت تعداد کے باوجود دشمنوں پر بھاری ہیں۔ صوبہ کنڑ کی اہمیت: صوبہ "کنڑ" اپنے حدود اور جائے وقوع کے اعتبار سے پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک "گزر گاہ" تصور کیا جاتا ہے جس سے تاجروں کے قافلے افغانستان وپاکستان کے (شمال ومشرق) میں ایک طرف سے دوسری طرف آتے جاتے ہیں افغانستان کے تمام صوبوں میں سب سے پہلے اسی صوبہ "کنڑ" ہی سے جہاد کا نعرہ بلند ہوا اس لحاظ سے اہل "کنڑ" کو میدان جہاد میں سبقت حاصل ہے اسی طرح یہاں کے باشندوں کا امتیاز یہ بھی ہے کہ انہوں نے دعوت توحید کی مدد وحمایت کی ہے اور جماعۃ الدعوۃ الی القران والسنہ میں آکر شامل ہوگئے ہیں جس کی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلعم دعوت دیتی ہے نیز "اہل کنڑ" پر اللہ کا یہ خاص فضل وکرم ہے کہ صوبہ دیگر صوبوں کے مقابلہ میں سب سے پہلے کیمونسٹوں اور ان کے ہمنواؤں سے پاک صاف ہوگیا ہے اس صوبے کا سب سے بڑا حصہ جماعۃ الدعوۃ ہی کے حق میں ہے اس صوبہ میں حکومت کی تشکیل کے لئے مجاہدین کی دیگر تنظیموں کے مشورہ اور اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ مجلس شوریٰ کے لئے صوبائی انتخابات کرائے جائیں جس سے وہاں اسلامی احکام نافذ کئے جاسکیں چنانچہ انتخابات ہوئے اور ان کا جب نتیجہ سامنے آیا تو بعض تنظیموں نے (جو خود انتخابات کا مطالبہ کرتی تھیں) ذمہ داری قبول نہ کرکے نتائج کے تسلیم کرنے سے انکار کردیا کیونکہ نتائج ان کے حق میں نہیں تھے۔ مزید یہ کہ انہوں نے کیمونسٹ نجیب ہی کی تابعداری کی بعض دوسری طاقتیں وہ تھیں جو کسی بھی اسلامی احکام کے نفاذ کی مخالفت محض اس لئے کرتی تھیں کہ ان احکام کی وجہ سے کہیں ان ناجائز ٹیکسوں اور محصولوں کا سلسلہ بند نہ ہو جائے جسے غلط طور پر پبلک پر مسلط کر رکھا تھا۔

اس طرح صوبہ میں مختلف جماعتیں پیدا ہوگئیں جو راہ جہاد میں رکاوٹ بن گئیں اور ہر قسم کا انتشار اور لاقانونیت پھیلانے لگیں اور اس نظام میں خلل ڈالنے لگیں جس پر ہم گامزن تھے اور یہ حربہ اس لئے اختیار کیاگیا کہ وہاں کے باشندوں کو خوف زدہ کیا جائے ان میں دہشت گردی پھیلائی جائے اور ان کو ڈرا دھمکا کر ان کی تمام تر توجہات نظام اسلامی کی تطبیق ونفاذ سے ہٹادی جائے کیونکہ اگر انہیں فوری طور پر روکا نہ گیا تو عنقریب اسلامی مملکت کی بنیاد پڑ جائے گی جس کا ایک طویل عرصہ سے سارے لوگ انتظار کررہے ہیں۔

کھلی ہوئی زیادتی وجارحیت: ان گروپوں کے علاوہ ایک اور شخص "اعجب خان" کے نام سے ظاہر ہوا جو کہ ڈاکوؤں کا اس علاقہ میں سرغنہ تھا اس کے سگے بھائی نے ۹، ۲، ۱۴۱۱ھ کو بد معاشوں کی ایک ٹولی کے ساتھ ایک گاڑی کو روکنے کی کوشش کی جس میں ۷، ۸ نوجوان مسلم عورتیں اپنے اپنے محارم کے ساتھ سفر کررہی تھیں اس گروہ نے مردوں کو "سوکتی" بازار میں باہرو نامی ایک پل کے پاس جبراً، اتار دیا اس کے بعد ان پر یہ شیطانی وسوسہ سوار ہوا کہ ان پاکدامن وباعفت عورتوں کے ساتھ اپنی

ہوس رانی کریں چنانچہ انہوں نے اور انکے اعزہ واقارب نے ملکر مقابلہ کیا اور ان مجرموں سے اپنی جان چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کی اس واقعہ کی اطلاع مجاہدین کے قریبی دستہ کو ہوئی جو پل کے نزدیک ہی تھے وہ بڑی تیز رفتاری سے موقع پر پہنچے اور ان مسلم خواتین کو ان بدمعاشوں کے قبضہ سے چھڑا کر ان ظالموں کو پیچھے دھکیل دیا گویا ان کا کمانڈر زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا۔

"کس طرح جیتے مسلم ان پراگندہ فضاؤں میں جب ڈاکہ پڑے دشمن، بہنوں کی عفت پر رسوائی کے ڈر سے وہ بھی یہ کہتی ہوں اے کاش کہ اس دنیا میں ہم پیدا ہی نہ ہوتیں" اسی ماحول میں مجاہدین کی فوج بالکل مناسب وقت پر پہنچ گئی اور چاروں طرف سے راستہ کا محاصرہ کرلیا پل کے قریب مجاہدین اور بدمعاشوں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں جہاں مجرم گروہ کے چھ افراد کو ایک "پیاکس" کار کے ساتھ مجاہدین نے گرفتار کرلیا اور ان کو گاڑی سمیت اس علاقہ کے مجاہدین کے کمانڈر کے پاس پہنچا دیا۔

لیکن جس طرح بھیڑیا اپنی غلطیوں سے ثابت نہیں ہوتا اور لومڑی اپنے مکروفریب سے باز نہیں آتی اسی طرح یہ مجرم وبدمعاش بھی جب اپنے پہلے مرحلہ میں ناکام ونامراد ہوگئے تو مکروفریب اور بغض وحسد کا راستہ اختیار کیا اور پلان و سازش کے تحت پورے علاقہ میں ہنگامہ وفساد پھیلانا شروع کردیا اور یہی نہیں بلکہ اعجب خان ڈاکو کی قیادت میں "سوکتی" بازار اور اس کے قرب وجوار سے دسیوں کاریں اور گاڑیاں چراچکے تھے چنانچہ ان بدمعاشوں نے کوشش کی کہ مجاہدین پر اچانک حملہ کرکے ان کے قبضہ سے اپنے قیدیوں کو رہا کرالیں ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اپنی کثرت تعداد اور طاقت نیز اچانک حملے سے جو چاہیں گے کرڈالیں گے اور اپنے منصوبہ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کرلیں گے لیکن ان کی یہ ساری خوش گمانیاں مایوسیوں میں تبدیل ہوگئیں اور ان کے خیالات غلط ثابت ہوئے جب دیکھا کہ بہادر مجاہدین ان کے سامنے پہاڑ بن کر ڈٹ گئے ہیں اور انکو اپنے پیچھے دوساتھیوں اور کاروں کو چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کردیا۔ جنہیں مجاہدین نے قید کرکے صوبہ کے مرکز کو بھیج دیا تاکہ ان کے معاملہ پر غور کیا جائے۔

اعجب خان نے بھی اس پہلو پر غور کیا اور عبداللہ بن مسعودؓ معسکر کے ایک مجاہد سے تعرض کیا جو جماعۃ الدعوۃ ... کے زیر تحت پشت گاؤں کی نگرانی کررہا تھا۔ ڈاکوؤں کی جماعت نے اس مجاہد کے ہتھیار چھین لئے جبکہ ابھی وہ راستہ میں تھا اس واقعہ کی اطلاع جب مجاہدین کو ملی تو فوراً انہوں نے ایک گاڑی بھر کر مجاہدین کو روانہ کیا جو مذکورہ بازار کے علاقہ میں پہنچے اور ہتھیار سمیت اپنے ساتھی کو بدمعاشوں سے واپس لے کر عبداللہ بن مسعودؓ معسکر میں پہنچادیا اور یہ سمجھ کر واپس لوٹ آئے کہ اب معاملہ ختم ہوگیا لیکن اچانک ہی مجاہدین کو ایک مکار وفریبی گروہ کا سامنا کرنا پڑا جو مختلف قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہوکر خفیہ طریقہ سے سامنے آگیا اور مجاہدین پر اندھا دھند گولیاں برسانی شروع کردیں اور ان کی ایک گاڑی کو آر پی جی راکٹ لانچر سے اڑادیا جس کے نتیجہ میں دو مجاہد شہید اور تین شدید طور پر زخمی ہوگئے ان کے خون سے بازار کی دیواریں رنگین ہوگئیں اس کا جواب مجاہدین نے بھی نہایت ثابت قدمی اور ہوشیاری سے دیا دوران جنگ مجاہدین تکبیر وتہلیل کا نعرہ بلند کرتے رہے جنگ اور بھڑک اٹھی دونوں فریق ایک دوسرے سے گتھم گتھا اور برسرپیکار ہوگئے آخر مجاہدین نے اس خبیث اور زہریلے سانپ مجرم اعجب خاں کا سرقلم کردیا جو پرسکون اور مطمئن دلوں میں خوف وہراس پیدا کئے ہوئے تھا اس کے ساتھ اس کے ایک معاون کو بھی قتل کردیا اس طرح مجاہدین

نے صوبہ کنڑ میں ظالموں کے خلاف نقارۂ جنگ بجا کر قوم سے مدد طلب کرنے کا اعلان کردیا اور امن وسکون برقرار رکھنے کے لئے غیرملکیوں اور مسافروں پر نگاہ سخت کردی گئی کیونکہ کیونسٹ حکومت اس خطہ میں مجرموں کے ذریعہ گروہی فسادات کراکے اجنبی اور مسافروں کی ذریعہ سراغرسانی کاکام لیتی تھی.

یہ پروگرام کس طرح مکمل ہوا؟ مجاہدین نے طے کیا کہ مجرم گروہ کے ٹھکانوں کا محاصرہ کریں اور ان کے صفایا کرنے کا آخری فیصلہ کرلیا اس محاصرہ میں شریک ہونے والے مجاہدین کی تعداد ۴۰۰ تھی اور مکمل دو ہفتہ تک اس خطہ کا محاصرہ کئے رکھا مگر جب مجرموں نے خود سپردگی سے انکار کردیا تو مجاہدین نے ان کے ٹھکانوں پر آخری حملہ کرنا شروع کردیا مجاہدین کے اس دستہ کی قیادت عبداللہ بن مسعودؓ معسکر کے کمانڈر جنرل عبدالرؤف نے کی اور ان کی نیابت مقامی مجاہدین کے کئی کمانڈروں نے کی اس دستہ نے " پشت " خطہ میں واقع اعجب خاں کے بھائی کے گھر کا محاصرہ کرلیا اوراسے اس کے مزید چار ساتھیوں سمیت زندہ گرفتار کرلیا . مجاہدین اور بدمعاشوں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں جس میں مجرم گروہ کے سرغنہ کے دو سگے بھائی اور کئی اعزہ کو موت کی نیند سلادیا گیا اور متعدد قید کرلئے گئے اور انہیں مجاہدین کے مرکز بھیج دیا گیا تاکہ ان کے معاملہ پر غور کریں نیز مجاہدین کو کئی چھوٹے ہتھیار اور ان کے پارٹس ہاتھ لگے اور " ڈکر مان شاولی " بدمعاش کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے یہ وہ شخص تھا جو مجرمین کو پناہ دیاکرتاتھا اور دشمنوں کو مجاہدین کے حوالہ کرنے سے انکار کردیا کرتاتھا.اس طرح مجاہدین برابر آگے قدم بڑھاتے اور کامیابی سے ہمکنار ہوتے رہے حتیٰ کہ " خاص کنڑ " میں اپنی اسلامی حکومت قائم کرلی وسط شہر سے تقریباً ۲۵ کلو میٹر دور تین بڑے مراکز پائے جاتے ہیں . جو لٹیرے اور بدمعاش قسم کے لوگوں کی پناہ گاہیں تھیں اور اپنے جائے وقوع کے اعتبار سے نہایت اہم قلعے تصور کئے جاتے تھے. اس کا پہلا مرکز " اولسوالی " کے نام سے جانا جاتا ہے یہاں مجاہدین نے مجرم گروہ کے ۴ لیڈروں سمیت ۲۲ دوسرے افراد کو گرفتار کرلیا. باقی مجرم ایک تنگ وتاریک سرنگ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگئے جسے کیونسٹوں نے صوبہ کنڑ پر اپنے قبضہ کے دوران کھود رکھاتھا.

مجاہدین کو متوسط سائز کے متعدد اسلحہ اور توپ کے گولے مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئے " ڈ ٹگٹ " اور بڑے سائز کے آر۔ پی ۔ جی روسی گولے نیز دسیوں قسم کے خصوصی گولے بھی ان کے ہمراہ دستیاب ہوئے جس میں ۷۵ ملی میٹر دور مار کرنے والی توپ ' نیز ۲۰۰ گولے ' جو ۸۲ کلو میٹر دور پھینکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں شامل تھے . مزید برآں ۲۲ کلاشنکوف رائفلیں ' ۳۷۰ چھوٹے توپ کے گولے اور ۱۹۲ پیٹیاں انہیں ملیں جن میں ٹلکہ رائفلیں بھری تھیں اس کے علاوہ مجاہدین کو "ترنکنڈی " کے مرکز میں توپ اور " زکوہاک" رائفلیں نیز بعض دوسرے اہم ذخیرے اس وقت حاصل ہوئے جب انہوں نے مجرموں کی پارٹی پر اسی رات حملہ کیا اور مجاہدین نے " کنداک " کے مرکز میں ان بدمعاشوں کے تقریباً دس افراد کو گرفتار کرلیا نیز مجاہدین کو دوٹینک بھی حاصل ہوئے جس میں بھاری تعداد میں مختلف قسم کے گولوں کا ذخیرہ موجود تھا.

ان جنگوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے ؟ قابل ذکر بات یہاں یہ ہے اور جس کا قوی امکان ہے وہ یہ کہ ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کا یہ گروہ نجیب کیونسٹ کے نقش قدم پر گامزن ہے اور خفیہ ایجنٹوں کی جانب سے انہیں مالی امداد بھی بہم پہنچائی جاتی ہے تاکہ یہ گروہ اپنی شرپسندی ودہشت گردی سے صوبہ کنڑ میں امن واستقرار کی فضا قائم نہ ہونے دے اور احکام الٰہی کے نفاذ کے مشن کو وہاں ناکام

بقیہ صفحہ ۵۰ پر

پند و نصیحت
شباب اسلام کے نام

علامہ الشیخ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ
ترجمہ: عبدالمبین

محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے شباب اسلام اور طلبائے عزیز کو فکر و عقیدہ کی پختگی کے لیے فقہ و سیرۃ و عقائد سے متعلق بعض معتبر و مستند کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب و تلقین کی ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ موصوف نے جو نصیحتیں کی ہیں اور مطالعہ کے لیے جن کتابوں کی نشاندھی فرمائی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ **فقہ:** "فقہ السنۃ" یہ کتاب سید سابق کی ہے (جو چار جلدوں پر مشتمل ہے) علامہ موصوف نے فرمایا کہ فقہ پر مطالعہ کرنے والوں کے لیے صرف اسی کتاب پر انحصار مناسب نہیں بلکہ اس کتاب کے علاوہ ہم دوسری کتاب کی نشاندہی اور اس کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہیں وہ ہے علامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالیؒ کی تصنیف "الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ" اس کے علاوہ ایک دوسری کتاب ہے جس کا حجم پہلی کتاب سے کم ہے۔ وہ ہے علامہ شوکانیؒ کی "الدراری المضیئۃ شرح الدرر البہیۃ" اس کی شرح و متن علامہ شوکانیؒ نے خود کی ہے۔ یہاں نواب صدیق خاںؒ اور علامہ شوکانیؒ کے مابین عالمی و سلفی منہج کے تعین و تمثیل میں فرق ہے وہ سید سابق کی تمثیل سے بالکل جدا و علیحدہ ہے مذکورہ دونوں کتابوں میں سلفی منہج کی تمثیل جس قدر زیادہ ہے اتنا سید سابق کی کتاب فقہ السنہ میں سلفی منہج واضح نہیں ہے۔ چنانچہ سید سابق کی کتاب میری تنقیدی زاویۂ نگاہ سے اس علمی منہج کی مثال ہے۔ جس پر اکثر شریعہ کے اساتذہ فقہ تعارف یعنی فقہی تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں گامزن ہیں۔ اور وہ ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مسئلہ کو پیش کر کے اس سلسلہ میں علماء کے اقوال بیان کیے جاتے ہیں اس کے بعد ہر فرقے کی دلیل پیش کی جاتی ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک مسئلہ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور کبھی مباحثہ کے بعد بھی اسے ترجیح دیے بغیر ہی معلق چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اس قسم کے مطالعہ میں انہماک رکھنے والے طلبہ جب شریعہ کالج سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ فقہی نقطہ اور مسئلہ کے متعلق کافی حیران و پریشان رہتے ہیں۔ اس وقت ان کا نہ تدیم مسلک ہوتا ہے جس پر پہلے سے عامل تھے۔ اور نہ ہی کوئی فکر جس کی دعوت علامہ

شوکانی دستخانی دیتے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ان مسلم نوجوانوں میں جو فقہ کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں ـــــ ممتاز دنمایاں علمی شخصیت کا جوہر دعنصر ابھرے۔ اور علمی طریقۂ استدلال سے انہیں انس ومحبت ہو۔ جو کہ کتاب وسنت سے استدلال پر اعتماد کرتے ہوں اور مسائل کو حل کیے بغیر چھوڑ نہ دیتے ہوں۔ کہ جس کا جو جی چاہے اختیار کرے اور جو جی چاہے چھوڑ دے۔

۲۔ السیرۃ :- افسوس کہ جس طرح فقہی مسائل کا پھیلاؤ ہے۔ اور اس میں ہر شخص حسبِ منشاء مسئلہ اختیار کرنے کی گنجائش نکال لیتا ہے، اس طرح کی خواہش کی تکمیل سیرت کے سلسلہ میں بہت دشوار ہے۔ چنانچہ "فقہ السنہ" نے مسائل کے سلسلہ میں بڑی حد تک اس خلیج کو پاٹا ہے۔ مگر محمد الغزالی کی فقہ السیرۃ، مثال کے طور پر سیرت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کرتی ہے۔ بلکہ وہ سیرت کے بعض واقعات کا خلاصہ وانتخاب پیش کرکے اس پر تبصرہ وتوجیہہ پیش کرتی ہے۔ ہمارے پاس اب کوئی ذریعۂ ثبوت نہیں ہوتا جس کی روشنی میں ہم سیرت کی طرف رجوع کریں سوائے ماضی کی قدیم تصانیف کے۔ اور اس سلسلہ میں سب سے جامع اور صحیح سیرتِ نبویہ "حافظ ابن کثیر دمشقی کی "البدایۃ والنہایۃ" کا ایک حصّہ ہے۔ جو ۳، ۴ جلدوں میں مستقل طور پر چھپی ہے۔ اس سیرت ہی کے موضوع پر علامہ ابن قیمؒ رح کی "زاد المعاد" لیکن اس شکل میں امر یہ ہے کہ فقہی مسائل کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ تاہم یہ کتاب سیرت ابن کثیر کے مقابلہ میں زیادہ سہل المطالعہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ابن کثیر کے خلاصہ واختصار کی ایک عرصہ سے میری خواہش تھی میں نے اسے شروع بھی کر دیا تھا مگر کام پریشان کن اور سخت ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کی تلخیص وتخریج کی کسی کو توفیق دے دے۔ کیونکہ سیرت کے موضوع پر میرے نزدیک کوئی اور کتاب اس سے زیادہ نفع بخش ومفید نہیں ہے۔

جہاں تک سیرت ابنِ ہشام کا معاملہ ہے تو اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی بہت ساری روایتیں صحیح نہیں ہیں۔ اس کا بھی مسئلہ ابنِ کثیر ہی کے مشابہ ہے۔ چنانچہ ابنِ ہشام اپنی سیرت" میں ایسی روایتیں بیان کرتا ہے جس کی اسناد میں بہت سے عامل ہوتے ہیں۔ اور ان عامل کی توجیہہ وکیفیت بھی بیان نہیں کرتا۔ جبکہ ہمارے آج کے مؤلفین اپنی کتابوں میں ذکر کی گئی روایتوں کو ابنِ ہشام کی روایتوں سے تقویت دیتے ہیں حوالہ میں جزء فلاں۔ صفحہ فلاں اس طرح نقل کرتے ہیں، گویا صحیح بخاری سے روایت نقل کرکے اپنی بات مدلل کرتے ہیں۔ اگر آپ سند سے رجوع کریں تو کمزور اور ضعیف روایتیں ہی پائیں گے

۳۔ عقیدہ :- ایک بڑی مصیبت جس میں آج بہت سے عام مسلمان اور بعض خاص مسلمان طبقہ بھی شامل ہے۔ یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر انبیاء وصالحین سے مصیبت کے دنوں میں مدد طلب کرتا ہے۔ حالانکہ آپ سنتے رہتے ہیں کہ متعدد جماعتیں بعض قبروں کے پاس صاحب قبر سے مختلف حاجات کی فریاد کرتی رہتی ہیں۔ گویا یہ مردے سب کچھ سن رہے

بقیہ صفحہ ۶۳۰

"امارتِ اسلامی" افغانستان کے قیام کے بعد سے پاکستانی اور ملکی ذرائع ابلاغ میں اس کے متعلق خبریں، تبصرے اور مضامین وقتاً فوقتاً چھپتے، نشر ہوتے اور ٹیلی کاسٹ ہوتے رہے ہیں۔ رواں سال ماہ جنوری اور فروری میں "امارتِ اسلامی" صوبہ کنڑ سے متعلق چھپنے والے مواد سے چند منتخب خبریں نذرِ قارئین ہیں

★ — روزنامہ "جنگ" کراچی ۴ر جنوری ۱۹۹۱ء

"چترالی باشندے افغانستان کے راستے آجارہے ہیں۔"

پشاور (نمائندہ جنگ) شدید برف باری کے باعث وادیٔ چترال کا راستہ ملک کے باقی حصوں سے منقطع ہونے کے باعث چترالی باشندے آج کل ہمسایہ ملک افغانستان کے راستے آمد و رفت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح چترالی باشندے آزاد افغان صوبہ کنڑ کے راستے آجارہے ہیں۔ اگرچہ پاک افغان سرحد "ناواپاس" کے علاقے میں آئے دن برف باری کے باعث راستہ بند ہوجاتا ہے۔ تاہم آزاد صوبہ کنڑ کی منتخب انتظامیہ "امارتِ اسلامی کا عملہ" ٹریکٹروں اور بلڈوزروں کے ذریعے راستے کو برف سے صاف رکھنے کا بندوبست کرتی ہے۔

"جنگ" سے باتیں کرتے ہوئے چترالی باشندوں نے بتایا کہ انہیں کنڑ (افغانستان) کے راستے چترال جاتے ہوئے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا کیونکہ وہاں کی انتظامیہ نے علاقے میں پرامن فضا قائم کردی ہے۔ اور رات کو سفر کرتے ہوئے کوئی خطرہ نہیں ہوتا انہوں نے مطالبہ کیا کہ اگر حکومت پاکستان بھی کنڑ کی منتخب انتظامیہ "امارتِ اسلامی" کو تسلیم کرکے ان کی حمایت کرے اور ناواپاس سے بری کوٹ ارندو تک کی شاہراہ بہتر بنانے میں امداد و تعاون کرے تو چترال کا علاقہ سال کے بارہ مہینے ملک کے دوسرے علاقوں سے منسلک رہ سکتا ہے۔

★ — روزنامہ "جنگ" کراچی ۲۸ر جنوری ۱۹۹۱ء

"کنڑ میں منشیات کی خرید و فروخت پر پابندی"

لندن (اژالس افغان پریس) آزاد افغان صوبے کنڑ میں مجاہدین کی انتظامیہ نے سگریٹ اور دیگر منشیات کی خرید و فروخت پر مکمل پابندی عائد کی ہے۔ اطلاعات کے مطابق صوبائی گورنر قاضی احسان اللہ خان نے اسد آباد میں تجارتی مراکز کا دورہ کیا اور تاجر برادری کو سگریٹ اور تمباکو کی دیگر مصنوعات تلف کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ گورنر نے یقین دلایا کہ اس پابندی سے متبادل کاروبار کرنے کے لیئے امداد دی جائے گی۔

"افغان اسلامک نیوز ایجنسی کی ایک رپورٹ کے مطابق منشیات تلف کرنے والے تاجروں کو اس کا معاوضہ "امارتِ اسلامی" کی جانب سے ستر ہزار روپے نقد ادا کیا گیا ہے"

★ — روزنامہ "جنگ" کراچی ۲۹ر جنوری ۱۹۹۱ء

"افغان جہاد کی کامیابی کے لیئے اتحاد ضروری ہے"

سے زیادہ عزیز ہے البتہ لمبے تڑنگے صدام کو یہ ضرور سوچنا چاہیئے تھا کہ مسلم سرزمین پر مسلم دولت اور مسلم خون بہے گا۔ دراصل روس نے افغانستان میں اپنی ذلت آمیز شکست کا بدلہ مسلمانوں خصوصاً سعودی عرب اور کویت سے لیا ہے جو افغان مجاہدین کی بھرپور معاونت کر رہے تھے۔ اسلام کے خلاف روس امریکہ گٹھ جوڑ تو کسی سے بھی مخفی نہیں جس کا شکار ہو کر ناقابلِ تسخیر صدام اپنی حسرتوں کا ماتم کر رہا ہے۔

جنگ کا بگل بجتے ہی صاف عیاں ہونے لگا تھا کہ مسلم اور غیر مسلم اتحادی کی ترجیحات بالکل مختلف ہیں مسلم اتحادی ممالک تو صرف اور صرف کویت کی آزادی چاہتے تھے لیکن امریکہ، برطانیہ، فرانس اور ان کے ساتھیوں کے مقاصد کچھ اور تھے مثلاً

۱۔ عراقی حربی قوت کا خاتمہ۔ ۲۔ اسرائیل کا مکمل تحفظ۔ ۳۔ تیل پر کنٹرول۔

۴۔ اور عرب مالدار ممالک کی مالی قوت کا خاتمہ تاکہ وہ اسلامی کاز میں مدد نہ کر سکیں۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے تقریباً تمام مقاصد پورے کر لئے ہیں۔ عراق تباہ ہو گیا اور ساتھ ہی حربی قوت بھی ختم ہو گئی۔ کویت تو گویا پھر سے ایک نیا ملک تعمیر ہو گا آمدنی کے وسائل یعنی تیل کے تمام کنویں شعلوں کی لپیٹ میں ہیں۔ سعودی عرب کو اپنے تحفظ کی جو بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی اس کا اندازہ بھی حیران کن ہے۔ عرض اُمتِ مسلمہ کو جس خسارہ کا سامنا ہے اس کا تصور ہندسوں کی قید سے باہر ہے۔ اسرائیل اور تیل کا تحفظ تو واضح ہے اب خلیج کی نئی صورت کیا ہو گی، اس کے صورت گر کن کن زاویوں سے اسے تراشیں گے، دفاعی معاہدے کس ڈھب کے ہوں گے، جغرافیائی ردوبدل کا نقشہ کیا ہو گا یہ مستقبل قریب میں سامنے آجائے گا۔ تاہم ہمیں ابھی سے باور کر لینا چاہیئے کہ غیر مسلم خلیج کے ممالک کو کوئی خوبصورت تحفہ پیش نہیں کریں گے۔ اس لیئے ہزار زاویوں سے دیکھیئے اور سوچیئے تو ان حالات و واقعات سے نکلنے کا آبرو مندانہ راستہ صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ وقت ضائع کیئے بغیر سربراہ اسلامی کانفرنس منعقد کر کے اس میں انتہائی بامقصد دوررس فیصلے کیئے جائیں مثلاً

ا۔ عالمِ اسلام کا ہر ملک شریعتِ محمدیؐ کا نفاذ عمل میں لائے۔

ب۔ تمام مسلم ممالک کی ایک مشترکہ فوج قائم کی جائے جو عالمِ اسلام کا تحفظ کرے۔

ت۔ ایک وسیع تر اسلامی بینک بنایا جائے جو حاجتمند ملک کو مالی امداد مہیا کرے۔

ج۔ علماء پر مشتمل ایک اعلیٰ عدالت ہو جو تنازعات کو نبٹائے اور سنوائے۔

ح۔ تمام مسلم ممالک تجارت، صنعت، سائنس ٹیکنالوجی میں باہم معاون و مددگار رہوں۔

اگر درج بالا نکات پر سمجھوتہ ہو جائے تو عالمِ اسلام یقیناً بہت جلد تیسری سپر پاور بن کر اُبھرے گا۔ اور اس کے محدود تر چھوٹے سے چھوٹے ملک کی طرف بڑھنے سے پہلے اغیار سو مرتبہ سوچیں گے۔ ورنہ ہم تو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ سمندر پار سے آئے ہوئے لوگ ہماری قسمت اور ترجیحات کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے ہی وسائل اپنی مرضی سے استعمال میں نہیں لا سکتے تو اس نام نہاد آزادی اور مسلم تشخص کا فائدہ؟

اس وقت اُمتِ مسلمہ کا ہر فرد اندھیاروں میں گم مستقبل کے لیئے ایک سنہری کرن کی آس لگائے بیٹھا ہے عالمِ اسلام کے سربراہانِ مملکت کا فرض ہے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور بھنور میں پھنسی شکستہ کشتی کو ساحل سے ہمکنار کریں۔ انہیں مجاہد افغانستان امیر جماعت الدعوۃ الی القرآن والسنۃ جناب الشیخ جمیل الرحمٰن صاحب کا یہ زریں قول ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ”ارضِ عرب و عجم صرف نظامِ اسلام کے نفاذ سے ہی خوشحالی اور امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔“

"آزاد افغانستان کی منزل دور نہیں الشیخ جمیل"

لندن (اٹرانس افغان پریس) آزاد افغان صوبہ کنڑ میں مجاہدین کے رہنما شیخ جمیل الرحمٰن نے کہا ہے کہ افغان جہاد کی کامیابی کے لیئے اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ صوبہ کنڑ کے ہیڈ کوارٹر اسد آباد میں پاکستان کے ایک وفد سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آزاد علاقے میں چھ ہزار مجاہدین ہیں جو دیگر صوبوں میں فریضۂ جہاد انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے صوبہ کنڑ میں ترقیاتی منصوبوں کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا کہ علاج و معالجہ کے لیئے سات ہسپتال قائم کیے گئے ہیں جبکہ دور دراز علاقوں میں طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لیئے اقدامات کیئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ روسیوں کی بمباری سے شہید ہونے والی مساجد اور سرکاری عمارات کی تعمیر نو کا کام تیزی سے جاری ہے۔ شیخ جمیل الرحمٰن نے پاکستان کے علمائے کرام اور دانشوروں سے اپیل کی کہ وہ افغانستان کے آزاد علاقوں میں زراعت، مواصلات، تعلیم اور صحت جیسے بنیادی مسائل میں مجاہدین کی رہنمائی کریں۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ آزاد افغانستان کی منزل اب دور نہیں ہے۔

★ — روزنامہ "پاکستان" لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء

"حزب اسلامی افغانستان کے متعدد ارکان امارت اسلامی میں شامل ہو گئے۔"

"افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے اختلافات ختم ہو گئے۔ متعدد رہنماؤں کا دعویٰ"

پشاور (بیورو رپورٹ) حزب اسلامی افغانستان (حکمت یار) کی شوریٰ کے متعدد ارکان نے صوبہ کنڑ کی منتخب حکومت "امارت اسلامی" میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ یہ بات کنڑ کے صوبائی دارالحکومت اسد آباد میں پشاور اور اسلام آباد کے پاکستانی صحافیوں کے ایک وفد سے باتیں کرتے ہوئے شہید اللہ، نور محمد مجیدی، انجینئر محمد نعیم، معلم محمد رحمٰن، محمد گل مولوی، محمد جلات اور مامور امیر احمد نے بتائی۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ افغانستان میں جہاد کا آغاز صوبہ کنڑ سے کیا گیا اور یہ جہاد اسلامی نظام حکومت کے قیام کے لیئے شروع کیا گیا تھا اس لیئے تمام تنظیموں کے اشتراک سے متناسب نمائندگی کی بنیاد پر منعقدہ انتخابات کے نتیجے میں امارت اسلامی کے نام سے اسلامی حکومت قائم ہو گئی ہے اور اب اس حکومت کو مضبوط و مستحکم کرنے اور پورے افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے لیئے پختہ بنیاد فراہم کرنے کے لیئے انتخابات کے دوران پیدا ہونے والے اختلافات ختم ہو چکے ہیں اور ہم اپنی تنظیم کے لیئے ہر جگہ کام کرنے کو تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گذشتہ سال کے انتخابات کے نتیجے میں قائم ہونے والی اس حکومت میں تمام تنظیموں کے افراد شامل ہیں اور اب یہ ایک متحدہ اور مشترکہ مشاورتی اسلامی حکومت ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا اگرچہ حکومت پاکستان نے امارت اسلامی کو رسمی طور پر تسلیم نہیں کیا تاہم امارت اسلامی کے وفد نے غیر رسمی طور پر اعلیٰ پاکستانی حکام سے باضابطہ ملاقات کی ہے جس میں امن و امان اور مجاہدین و مہاجرین کے لیئے امارت اسلامی کی اصلاحات کو بہت سراہا گیا۔

★ — روزنامہ "جنگ" راولپنڈی ۳۱ جنوری ۱۹۹۱ء

"افغان صوبہ کنڑ کی اسلامی حکومت کو مضبوط کیا جائے۔ مولوی جمیل الرحمٰن"

پشاور (نمائندہ جنگ) افغانستان کے آزاد صوبہ کنڑ کی منتخب حکومت امارت اسلامی کے سربراہ مولوی جمیل الرحمان نے افغانستان کی تمام اسلامی قوتوں پر زور دیا ہے کہ وہ آگے بڑھ کر امارت اسلامی کو کامیاب کریں اور افغانستان میں حکومت کے قیام کی اس بنیاد کو مضبوط کریں۔ وہ کنڑ کے دارالحکومت اسد آباد میں تنظیم طلبۂ سلفیہ افغانستان کے ایک دو روزہ کنونشن سے خطاب کر رہے تھے۔ کنونشن سے

قاضی احسان اللہ، تنظیم کے امیر عنی اللہ مسلم اور دعوت و ارشاد کمیٹی کے سربراہ مولوی گل سلیم نے بھی خطاب کیا۔ مولوی جمیل الرحمان نے کہا کہ اگر امارت اسلامی میں کوئی خامی ہے تو دوسری تنظیموں کے لوگ آگے بڑھ کر اس کی نشاندہی کریں تاکہ وہ خامی اور کمی دور کی جائے۔ انہوں نے طلبہ پر زور دیا کہ وہ دعوت و تنظیم اور جہاد کی ذمہ داری بطور احسن پوری کرنے کی کوشش کریں اور عام لوگوں کی بہتر رہنمائی کریں۔

★ روزنامہ "جدت" پشاور یکم فروری ۱۹۹۱ء

"جہاد کی برکت سے روسی فوجیں واپس ہوئیں حاجی روزی خاں"

لندن (آزاد افغان پریس) آزاد افغان صوبے کنڑ میں مجلس شوریٰ کے سپیکر حاجی روزی خاں نے کہا ہے کہ جہاد کی برکت سے روسی فوج افغانستان سے واپس جانے پر مجبور ہوئی اور جہاد کے ذریعے ہی کٹھ پتلی انتظامیہ کا خاتمہ کر کے آزاد اسلامی افغانستان قائم ہو سکتا ہے۔ صوبائی ہیڈ کوارٹر اسد آباد (کنڑ) میں پاکستانی صحافیوں کے گروپ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ روسی جارحیت کے خلاف مزاحمت کا آغاز صوبہ کنڑ سے ہوا تھا اور سب سے پہلے یہی صوبہ آزاد ہوا۔ انہوں نے کہا کہ آزاد صوبے میں اسلامی روایات کے مطابق مجلس شوریٰ اور انتظامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا جن میں تمام تنظیموں کو نمائندگی حاصل ہے۔

★ روزنامہ "جنگ" کراچی ۳ فروری ۱۹۹۱ء

"علماء، دانشوروں صحافیوں کو صوبہ کنڑ کا دورہ کرنے کی دعوت"

پشاور۔ (نمائندہ جنگ) آزاد افغان صوبہ کنڑ کی منتخب حکومت "امارت اسلامی" کے امیر مولوی جمیل الرحمن نے کہا ہے کہ امارت اسلامی کے بنیادی مقاصد جہاد کا استحکام امن کا قیام مجاہدین کی صفوں میں وحدت و اتحاد پیدا کرنا، افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے خلاف سازشوں کا انسداد کرنا ہے اسد آباد میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے امارت اسلامی میں حزب اسلامی (حکمت یار) کے نمائندوں کی شمولیت کا خیر مقدم کیا انہوں نے کہا جبکہ پہلی دفعہ افغانستان کی سرزمین پر مجاہدین کی قربانیوں اور سوختہ اسلامی شعور کے نتیجہ میں باقاعدہ انتخابات کے ذریعہ ایک متحدہ اسلامی ادارہ قائم کیا گیا ہے اور شرعی قوانین کا نفاذ کر دیا گیا ہے۔ اس ادارے کے قیام سے دنیا میں اسلام کی بالادستی چاہنے والوں کی ذمہ داری مزید بڑھ گئی ہے انہوں نے عالم اسلام کے علماء، دانشوروں، صحافیوں، ماہرین قانون اور فنی شخصیات کو کنڑ آنے کی دعوت دی کہ وہ اپنی آراء اور تجاویز سے امارت اسلامی کی تعمیر اور استحکام میں ہماری مدد کریں تاکہ یہ شرعی ادارہ اسلامی افغانستان کے قیام کے لئے سنگ میل بن جائے۔

★ روزنامہ "مشرق" پشاور ۲۷ فروری ۱۹۹۱ء

"افغانستان کے آزاد صوبہ کنڑ میں امارت اسلامی نے انتظامی تبدیلیوں کا اعلان کر دیا"

"شرعی سزاؤں کے مؤثر نفاذ سے جرائم میں کمی آگئی ہے۔ حیات اللہ"

پشاور۔ (سٹاف رپورٹر) افغانستان کے آزاد صوبہ کنڑ کی منتخب انتظامیہ "امارت اسلامی" نے حزب اسلامی کی شوریٰ سے ارکان کی شمولیت کے بعد انتظامی تبدیلیاں کی ہیں۔ امارت اسلامی کے ترجمان حیات اللہ نے بتایا کہ مولوی جمیل الرحمن کی سربراہی میں قائم امارت اسلامی کے سابق گورنر قاضی احسان اللہ اور شوریٰ کے سپیکر حاجی محمد روزی خاں کو تبدیل شدہ انتظامی ڈھانچہ میں بالترتیب عدل و انصاف اور داخلی امور سے

متعلق کمیٹیوں (وزارتوں) کا انچارج بنا دیا گیا ہے جبکہ حزب اسلامی کے شہید اللہ اور مولوی محمد مجیدی کو بالترتیب انچارج سیکرٹریٹ اور سیاسی و خارجہ امور کا انچارج مقرر کر دیا گیا ہے۔ ان افراد کے علاوہ قاری دین محمد تعلیم و تربیت، محمد شعیب صحت، رحمن گل مالیات عبدالحمید شورش نشر و اشاعت، امیر محمد زراعت، انجینئر نعیم بحالی و تعمیر نو، مولوی رحمت خان مطرکی امیر محمد انور خان صنعت و تجارت اور جلال الدین معدنیات سے متعلق کمیٹیوں کا انچارج مقرر کر دیا گیا ہے۔ حیات اللہ نے بتایا کہ کنڑ میں "امارت اسلامی" کے قیام کے بعد وہاں امن و امان قائم کر دیا گیا ہے۔ اور شرعی سزاؤں کے نفاذ سے جرائم نہ ہونے کے برابر رہ گئے ہیں۔

★ روزنامہ "جنگ" راولپنڈی ۲۷ فروری ۱۹۹۱ء

"زلزلہ کے متاثرین کے لئے افغان مجاہدین کی امداد"

لندن (اژانس افغان پریس) بانجوڑ ایجنسی ضلع دیر میں زلزلے سے متاثرہ پاکستانی عوام کے لئے آزاد افغان صوبے کنڑ کی انتظامیہ نے تین لاکھ روپے مالیت کی امداد فراہم کی ہے۔ صوبہ کنڑ کی انتظامیہ کے ایک ترجمان سید عبدالودود باچا نے اے پی کو بتایا کہ حکمران جماعت کے قائد مولوی جمیل الرحمٰن کی ہدایت پر صوبہ کنڑ سے ملحق ضلع دیر کے علاقہ چندول کے زلزلہ زدگان کو امداد دی گئی ہے انہوں نے کہا کہ ۱۱۲۸ افراد کو نقد رقوم کے علاوہ کمبل، گرم کپڑے، خیمے اور خشک راشن تقسیم کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستانی بھائیوں کو مزید امداد فراہم کی جائے گی۔ ادھر آزاد انتظامیہ کے ایک اعلیٰ افسر حیات اللہ خان کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ صوبہ کنڑ میں زلزلے سے متاثرہ افراد کی بحالی کے لیے اقدامات جاری ہیں۔ بانجوڑ ایجنسی میں بھی زلزلہ سے متاثرہ علاقوں سالارزئی، ماموند علاقوں میں امارتِ اسلامی کی طرف سے زلزلہ زدگان میں امدادی سامان تقسیم کیا گیا۔ قبائلی زعماء، علماء اور عوام نے اس ہمدردی پر امارتِ اسلامی کے سربراہ کا شکریہ ادا کیا۔

امارتِ اسلامی میں حزب اسلامی کی شمولیت پاکستانی صحافیوں کے دورہ افغانستان سے متعلق اژانس افغان پریس کی ریلیز کردہ خبریں روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، کراچی، کوئٹہ، لندن "نوائے وقت" راولپنڈی، لاہور، کراچی "مشرق" لاہور، مرکز اسلام آباد "وفاق" اسلام آباد "امروز" لاہور "جسارت" کراچی "وحدت، جدت، جہاد، انقلاب باگرام پشاور، بلوچستان ٹائمز، زمانہ کوئٹہ اور کئی دوسرے اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ اس طرح افغان اسلامک نیوز ایجنسی کی خبریں بھی ان موضوعات پر کئی اخباروں میں چھپی ہیں۔ ساتھ ہی بعض اخبارات کے پشاور میں مقیم نمائندوں نے خود اندرون افغانستان جاکر امارتِ اسلامی کے پروگراموں کی کوریج کی ہے۔ ہفت روزہ "تکبیر" کے پشاور کے نمائندے سلطان صدیقی نے امارتِ اسلامی کے حوالے سے اپنی ڈائری تحریر کی جبکہ پاکستانی صحافیوں کے دورۂ کنڑ اور امارتِ اسلامی کا ایک سال کے عنوان سے ماہنامہ "دعوت" میں چھپنے والا راقم (ابوریحان صدیقی) کا مضمون روزنامہ "سرحد" پشاور۔ روزنامہ "وحدت" پشاور۔ روزنامہ "مشرق" پشاور اور ماہنامہ "بیدار ڈائجسٹ" لاہور نے بھی شائع کیا۔

مسائلِ عیدُ الفطر

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

قال اللہ عزوجل

ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھداکم ولعلکم تشکرون (البقرہ)

"اللہ کا حکم ہے۔ کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو اور تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی اور چاہیئے کہ تم اس کی نعمتوں پر شکر بجالاؤ۔"

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد ایام جاہلیت کے تہوار ختم کر دیئے اور ان کی جگہ دو اسلامی تہوار مقرر فرمائے عید الاضحیٰ اور یہی عید الفطر۔ اس عید کا تقرر ۲ھ میں ہوا اور ان کا حکم مندرجہ عنوان آیہ کریمہ میں ہے جس میں اس کی غرض وغایت صرف دو فقروں میں بیان فرمادی ہے۔

۱۔ اللہ کی بڑائی کا اظہار

۲۔ اور اس کی نعمتوں کا شکریہ۔

قال الشافعی سمعت من ارضیٰ من اھل العلم بالقرآن یقول فتکملوا العدۃ صوم شھر رمضان وتکبروا اللہ عند کمالہ علیٰ ما ھداکم۔ واکمالہ مغیب الشمس من اخر یوم من ایام شھر رمضان والتکبیر اولہ من رویۃ الھلال واخرہ انقضاء العید وھو قراع الامام

من خطبتہ

امام شافعیؒ و امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں رمضان کے ختم ہوتے ہی عید کے کام شروع ہوجاتے ہیں یعنی تکبیریں کہنی شروع کردینی چاہئیں اور نماز کے ختم ہونے پر بند کردی جائیں۔

بس یوں سمجھئے کہ جتنے احکام ومسائل ہیں وہ سب اسی محور کے گرد گھومتے ہیں یعنی تکبیریں عید کی رات کا قیام، غسل، خوبصورت لباس، خوشبو، راستہ میں بلند آواز سے تکبیریں، عید کی نماز اور اس کی کھلے میدان میں ادائیگی، صدقۃ الفطر، نمازِ عید کے بعد کا صدقہ وغیرہ وغیرہ۔ جتنے مسائل ہیں وہ سب اللہ کی بڑائی ہی کا اظہار ہیں۔ اور اس کی نعمتوں کا شکریہ یا ان کے علاوہ یعنی دوسرے احکام بھی ہیں جو اگرچہ ضمنی ہیں۔ لیکن ایک عبادت کا ضابطہ ہونے کی حیثیت سے ان کا علم اور ان پر عمل بھی فی الجملہ ضروری ہے۔

اس اجمالی تعارف کے بعد اب مختصراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا اسوہ ذکر کیا جاتا ہے۔

تکبیریں

مندرجہ عنوان آیۃ مبارکہ ذکر کرنے کے بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب مصفیٰ میں فرماتے ہیں۔

"حاصل آیت آں است کہ بعد انقضائے رمضان تکبیر شروع است در شب و در روز و ما مامورم با اکتثار تکبیر بعد از انقضائے رمضان تا انقضائے نمازِ

عید پس در منازل وطرق ومساجد واسواق بعد صلوٰۃ بگوید باید کہ رفع صوت کنند وخفیہ گفتہ اند کہ رفع صوت در عید فطر نیست ۔ وبندۂ ضعیف گوید کہ عید الفطر شعائر اسلام است واظہار در شعائر اسلام مطلوب ولہٰذا ایں جا جماعت مشروع شدہ ۔ پس رفع صوت در عید ودر مقدمات آں مشروع باشد۔"

(انتہی ملخصاً ص ۱۴۸ جلد اوّل)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے ختم ہوتے ہی بلند آواز سے بکثرت تکبیریں کہنے کے اہم امور ہیں ۔ تا اہتمام نمازِ عید یعنی محلے، راستے، مساجد، اسواق ہماری بلند آواز تکبیروں سے گونج جانے چاہئیں حنفیہ کو کہتے ہیں کہ اس عید کی تکبیریں بلند آواز سے نہیں کہنی چاہئیں ۔ لیکن میں کہتا ہوں ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ شعائر سے ہے اور شعائر کا اظہار شریعت کو مطلوب ہے ۔ اسی وجہ سے اس کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اور اس میں تکبیریں بھی زیادہ کہی جاتی ہیں ۔ حضرت شاہ صاحب نے امام شافعی کا مسلک اختیار فرمایا ہے کہ تکبیریں شوّال کا چاند دیکھتے ہی شروع کر دینی چاہئیں اور اس کی دلیل اس حدیث کا عموم بھی ہے ۔ جو بحوالۂ طبرانی مجمع الزوائد میں حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے مروی ہے ۔

فزینوا اعیادکم بالتکبیر (مجمع الزوائد ص ۱۹۷ ج ۲)

لیکن اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ عید کی نماز کو جاتے ہوئے تکبیریں شروع کر دینی چاہئیں ۔ عید کی رات سے ابتدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ (شرح مذہب ص ۴۸۱ جلد ۱ ص ۱۵)

سنن بیہقی میں دو مرفوع حدیثیں بھی اسی سلسلے میں ذکر فرمائی ہیں ۔ لیکن ان کو ضعیف کہہ دیا ہے (ص ۲۷۹ ج ۳) سبل السلام میں امام حاکم سے نقل کیا گیا ہے کہ :-

هذه سنة تداولها ائمة الحديث

"یہ سنت آئمہ حدیث سے متداول رہی ہے ۔

تکبیریں جہری کہیئے

یہاں عبداللہ بن عمرؓ کا فعل بھی سُن لیجئے کیونکہ یہ سنت متروک ہے اسے رواج دینے کی ضرورت ہے ۔

كان يغدو الى العيد من المسجد وكان يرفع صوته بالتكبير (بیہقی ص ۲۷۹ ج ۳)

"عبداللہ بن عمرؓ بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہوئے عیدگاہ کو جاتے تھے ۔

بلکہ ایک مرفوع روایت بھی اس بارے میں موجود ہے گو اس کی سند ضعیف ہے لیکن دوسرے قرائن سے مؤید ہونے کے باعث قابلِ عمل ہے ۔

عن عبدالله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج فى العيدين مع الفضل بن عباس وعبدالله والعباس وعلى وجعفر والحسن والحسين واسامة بن زيد وزيد بن حارثه وايمن بن ام ايمن رضى الله عنهم رافعا صوته بالتهليل والتكبير (سنن بیہقی ص ۲۷۹ ج ۳ ضعیف)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر کے آدمیوں کی معیت میں عید کے لیے بلند آواز سے تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے جا رہے تھے ۔ آپؐ کے ساتھ جانے والے لوگ یہ ہوتے ہیں ۔

"حضرت عباسؓ، عبداللہ بن عباسؓ، فضل بن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت حسنینؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، وایمنؓ

الفاظِ تکبیرات

عبداللہ بن مسعودؓ سے بسند جید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسند ضعیف وہی الفاظ مروی ہیں جو مقالے کا سرعنوان ہے ۔

(تخریج زیلعی سبل السلام)

عید کی رات

عید کی رات بھی عبادت کی رات ہے اس سلسلے میں بھی مرفوع حدیثیں آئی ہیں یہ ضعیف ہیں لیکن صحابہ و تابعین کے آثار اس کی فضیلت اور اس میں قیام کے متعلق آئے ہیں (قیام اللیل مروزی ص۱۱۰ امام شافعیؒ وغیرہ سلف بھی اس رات کی فضیلت کے قائل ہیں۔ شرح مذہب ص۴۳ ج۵

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں

من قام اللیلۃ العید ایماناً و احتساباً لم یمت قلبہ حین تموت القلوب

قیام اللیل ص۱۱۰

"جو کوئی عید کی رات ایمان کے طور پر اور ثواب کی طلب کے لیئے قیام کرے تو اس کا دل قیامت تک ہولناکیوں میں مطمئن رہے گا۔

بعض سلف اس رات بھی چالیس رکعت ادا فرماتے ہیں۔ (قیام اللیل)

غسل

عید کے دن غسل مستحب ہے صحابہ و تابعین عید کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔ مرفوع روایات بھی آئی ہیں۔ لیکن ضعیف ہیں۔

نئے یا دھلے ہوئے کپڑے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عید کے لیئے بعض مخصوص کپڑے رکھنے ثابت ہیں۔ لہذا نئے یا عمدہ دھلے ہوئے کپڑے بدلنا بھی عید کے دن سنت ہے

خوشبو

خوشبو کے متعلق دوسری روایات کے علاوہ حضرت حسنؓ سے بھی ایک روایت آئی ہے کہ

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نتطیب باجود ما نجد فی العید (تلخیص ص۱۴۲)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ عید کے دن عمدہ خوشبو استعمال کریں۔

کچھ کھا کر جائے

اس بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں کہ عید الفطر کے دن کچھ نہ کچھ کھا کر نماز کو جانا چاہیئے۔ (کتب احادیث) بہتر یہ ہے کہ کوئی میٹھی چیز ہو (سبل السلام) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کھجوریں کھانے میں طاق کا خیال رکھتے تھے (بلوغ المرام۔ مسند احمد)

پیدل جانا بہتر ہے۔

نماز عید کے لیئے پیدل جانا بہتر ہے کہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی سلسلہ میں متعدد حدیثیں آئی ہیں۔ اکثر صحابہ کا بھی یہی مسلک اور عمل ہے (ترمذی)

عورتیں بھی عیدگاہ ضرور جائیں

اس مسئلہ میں اگرچہ فقہا حنفیہ وغیرہ نے کلاً و جزءاً عورتوں کو عیدگاہ میں جانے سے روکا ہے لیکن محققین علماء اس کے قائل ہیں بلکہ بعض وجوب تک بھی کہتے ہیں ان کے وہ دلائل یہ ہیں۔

۱۔ عن ام عطیۃ قالت امرنا ان نخرج العواتق والحیض فی العیدین یشھد الخیر ودعوۃ المسلمین تعتزل الحیض المصلیٰ (بلوغ المرام)

وفی روایۃ ابن ماجۃ رفعاً اخرجوا (ص۲۹۳ ج۱)

"ام عطیہؓ صحابیہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ سب نوجوان عورتوں کو حتیٰ کہ حائضہ تک کو لے کر عیدگاہ چلیں تاکہ وہ خیر کے مقام پر حاضر اور دعاؤں میں شامل ہوں البتہ حیض والی نماز سے الگ رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو عیدگاہ لے جایا کرتے تھے۔

۲۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج بناتہ ونساوہ فی العیدین (ابن ماجہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو عیدگاہ لے جایا کرتے تھے۔

۳۔ عن اخت عبد اللہ بن زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ وجب الخرج علی کل ذات نطاق

(احمد، مجمع الزوائد ص ۲۰۳ ج ۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب عورتوں کو عیدگاہ جانا ضروری ہے۔

اور روایتیں بھی اس سلسلے میں آئی ہیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کا فرمان بھی یہی ہے کہ

انہما قال حق علی کل ذات نطاق الخروج الی العیدین

(حاشیہ شرح عمدۃ الاحکام ص ۱۳۴ ج ۲)

ہر عورت پر عیدگاہ میں جانا لازم ہے۔

شاہ ولی اللہ کا فرمان

حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ کا اظہار بلند کرنا چونکہ عیدین کی غرض ہے اس لیئے

استحب خروج الجمیع حتی الصبیان والنساء

سب بچوں اور عورتوں کو بھی جانا چاہیئے (حجۃ اللہ)

نیکی برباد گناہ لازم

ان نصوص و نقول کے پیش نظر عورتوں کو عیدگاہ جانا ضروری تو ہے۔ لیکن یہ بھی نگاہ میں رہے کہ عورتوں کو ظاہری زیبائش، فینسی برقعہ، سینڈل پہن کر سینٹ استعمال کر کے عیدگاہ جانا نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر جانا لازم کیا ہے تو یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

ولیخرجن تفلات (تلخیص ص ۴۳ بحوالہ ابوداؤد ابن حبان وغیرہ)

اور پر کا لباس سادہ پہن کر جائیں یعنی جاذب توجہ اور بھڑکیلا نہ ہو۔

دوسری روایات میں آیا ہے کہ عورتیں مسجدوں کو جاتی ہوئی

فلا تقسن طیبا (تلخیص احمد)

خوشبو نہ استعمال کریں

صدقہ فطر

صدقہ فطر کے مختصر احکام یہ ہیں۔

۱۔ زکوٰۃ الفطر طہرۃ للصیام من اللغو والرفث وطعمت للمساکین (ابوداؤد)

روزے میں بعض کوتاہیاں ہو جاتی ہیں ان کا ادا کرنے کا عید کے دن حکم فرمایا گیا ہے تاکہ اس دن نادار لوگ بھی عید کی خوشی سے محروم نہ رہیں اور اپنے بال بچوں سمیت دوسرے لوگوں کے ساتھ عید کی مسرتوں میں شریک ہو سکیں۔"

۲۔ شریعت نے اسے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔

فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین (صحیحین)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر قرار دیا ہے۔ آزاد۔ مرد۔ عورت چھوٹے۔ بڑے۔

۳۔ ولا یعتبر فی زکوٰۃ الفطر ملک نصاب بل تجب علی من ملک صاعا فاضلا عن قوتہ یوم العید ولیلۃ وھو قول الجمہور (اختیارات ابن تیمیہؒ)

اس کے لیے نصاب شرط نہیں بلکہ جس کے پاس بھی عید کے دن اپنے اور اپنے بال بچوں کی خوراک سے زائد اتنا موجود ہو کہ وہ ایک صاع اجناس خوردنی سے ادا کر سکے۔ اس پر صدقہ فطر ضروری ہے نصاب مشروط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۴۔ صدقہ فطر ایک صاع فی نفر دینا چاہیئے۔ کوئی جنس بھی ہو، گیہوں کا نصف صاع ہونے پر کوئی صاف دلیل نہیں ہے۔ اور احتیاط بھی اسی میں ہے

۵۔ صاع کے وزن میں اگرچہ اختلاف کافی ہے لیکن تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ دو سیر گیارہ چھٹانک کے لگ بھگ ہے۔

صدقہ ادا کر کے جانا چاہیئے

یہ مسئلہ خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ صدقہ فطر ادا کر کے عیدگاہ جانا چاہیئے اس کی ادائیگی کا یہی وقت ہے کیونکہ فرمان ہے۔

من ادھا قبل الصلوۃ فھی زکوۃ مقبولۃ ومن ادھا بعد الصلوۃ فھی صدقۃ من الصدقات (سنن اربعہ)

جو کوئی نماز سے پہلے ادا کرے اس کا فطرانہ ادا ہو گیا۔ نماز کے بعد ادا کرنا تو ایک صدقہ ہی ہے فطرانہ نہیں ہے۔

امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزکوۃ الفطر ان تودی قبل خروج الناس الی الصلوۃ ومقتضی ھذین الحدیثین انہ لایجوز تاخیرھا عن صلوۃ العید وانما تفوت بالفراغ من الصلوۃ ھذا ھو الصواب (زاد المعاد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یہی ہوتا تھا کہ پہلے ہی ادا کیا جائے۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ عید کے بعد اس کا وقت نکل گیا۔

۷۔ بہتر یہ ہے کہ عید سے دو چار روز قبل ہی ادا کریں (بخاری)

۸۔ صرف فقرا و مساکین کا ہی حق ہے۔ (کتب حدیث)

عید کی نماز کھلے میدان میں

زاد المعاد میں ہے کہ

وھدیہ کان فعلھا فی المصلی دائما ولم یصل العید فی المسجد الامرۃ اصابھم المطر صـ ۱۲۱ ج ۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ہی عیدین کھلے میدان میں ادا فرمائی ہیں صرف ایک دفعہ بارش کی وجہ سے مسجد میں پڑھی تھی۔

صحیح بخاری وغیرہ میں اس مضمون کی متعدد روایات آئی ہیں۔

اذان و اقامت کی ضرورت نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ عید کے لیے کبھی اذان و اقامت نہیں کہلوائی۔ (بخاری)

عید کی نماز کے وقت

اگرچہ عید الاضحیٰ کی نسبت عید الفطر دیر سے پڑھی جا سکتی ہے لیکن پھر بھی زیادہ دیر مناسب نہیں ہے سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد وقت ہو جاتا ہے۔ (کتب احادیث)

عید کی نماز

جمہور کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے لیکن صحیح اس کا وجوب ہے کیونکہ

ووجوبہ ھو الظاھر من مداومتہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء من بعدہ وامرہ بالخروج النساء والامر اصلہ الوجوب (سبل السلام صـ ۱۶۳ ج ۱ طبع مصر)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے ہمیشہ پڑھی اور اس کے پڑھنے کا حکم دیا"

طریقہ

اس نماز کی دو رکعتیں ہیں، دونوں رکعتوں میں باقی نمازوں کے علاوہ کچھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں۔ بدیں وجہ ان کو تکبیرات زائدہ کہتے ہیں۔ ان تکبیروں کی گنتی اور ان کے مقام میں علماء کی مختلف رائیں ہیں۔ جو دس تک پہنچ گئی ہیں چونکہ ان میں اکثر بے دلیل ہیں۔ اس لیے یہاں صرف دو مسلک ذکر کئے جاتے ہیں۔

پہلا مسلک ۱۲ تکبیریں

اکثر صحابہ مثلاً حضرت صدیق اکبرؓ فاروقِ اعظمؓ، علی مرتضیٰؓ، حضرت ابوہریرہؓ، ابو سعید، جابرؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابوایوبؓ، زید بن ثابتؓ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہم) اور جمہور تابعین، فقہائے سبعہ عمر بن عبدالعزیزؒ زہریؒ۔ مکحولؒ وغیرہ کا مسلک ہے کہ کل تکبیریں بارہ ہونی چاہئیں۔ پہلی رکعت میں سات دوسری میں پانچ دونوں میں قرأت سے پہلے آئمہ میں سے امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحٰقؒ وغیرہ جماہیر علماء بھی اسی طرف ہیں۔ اہل حرمین کا عمل بھی زمانہ سلف میں اسی پر تھا۔ ان بزرگوں کے دلائل یہ روایات ہیں۔

۱۔ موطا امام مالک اور موطا امام محمد میں ہے۔

عن نافع انه قال شهدت الاضحی والفطر مع ابی هریرة فکبر فی الرکعة الاولی سبع تکبیرات قبل القراة وفی الاخرة خمسة تکبیرات قبل القراءة

(نافع کہتے ہیں میں نے دونوں عیدیں حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ پڑھیں انہوں نے رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دونوں میں قرأت سے پہلے یہ اثر حکماً مرفوع ہے چنانچہ اس پر مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھتے ہیں۔

هذا لا یکون رایا الا توفیقا یجب التسلیم له (التعلیق المجد ص ۱۴۱)

یہ اجتہادی بات نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت کا حکم صرور کا ہوگا۔ لہذا یہ واجب التسلیم ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قولاً فعلاً دو حدیثیں مروی ہیں۔ سنن ابو داؤد میں ہے۔

التکبیر فی الفطر سبع فی الاولی خمس فی الاخرة والقرأة بعدهما کلیتهما قال الحافظ فی التلخیص ص ۱۴۴ صححه احمد وعلی بن المدینی والبخاری وقال العراقی اسناده صالح (نیل)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عید الفطر میں بارہ تکبیریں ہیں قرأت سے پہلے۔ اس حدیث کو امام احمد، امام علی بن مدینی، امام بخاری نے کہا سنن دار قطنی (ص ۱۸۱) میں عبداللہ بن عمرؓ کی ہی حدیث ہے کہ

کبر فی العیدین الاضحی والفطر اثنی عشر تکبیرة فی الاولی سبعا وفی اخرة خمسا سوی تکبیرة الاحرام (بیہقی ص ۲۸۶ جلد ۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدین میں پہلی رکعت میں علاوہ تکبیر تحریمہ سات اور دوسری رکعت میں علاوہ تکبیر انتقال پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کہیں۔

قال الامام احمد وانا اذهب الی هذا (ذاد المعاد)

امام احمدؒ فرماتے ہیں میں بھی اسی کا قائل ہوں۔

۳۔ ترمذی شریف میں حضرت عمرو بن عوفؓ مزنی سے بھی ایک روایت مروی ہے جسے امام ترمذی نے حسن کہا ہے (ترمذی اور امام بخاری نے صحیح کہا ہے

(الجواہر النقی ص ۲۸۶ جلد ۲)

ان روایات کے علاوہ حضرت عائشہ رضؓ، عبداللہ بن عمر رضؓ، سعد رضؓ، عبدالرحمٰن رضؓ، ابن عباس رضؓ، جابر رضؓ، عمار رضؓ وغیرہم سے بھی روائتیں آتی ہیں جو گو فرداً فرداً ضعیف ہیں۔ لیکن تائید کے لیے کافی ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر جیسے بالغ نظر کا فیصلہ یہ ہے کہ

بسبع فی الاولی وخمسه فی الثانیة هو اولی ماعمل به لانه من النبی صلعم من طرق حسان من حدیث عبدالله بن عمر وجابر وعائشة وعمرو بن عوف ولم یروی وجهٍ قوی ولا ضعیف خلاف هذا

(مغنی ابن قدامہ ص ۳۲۹ ج ۲)

بارہ تکبیروں والی روایت پر عمل بہتر ہے کیونکہ یہ مرفوعاً حسن سندوں سے مروی ہے۔

اس کے خلاف کسی قسم کی روایت آئی ہی نہیں" ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے "وعمل اہل حرمین حق است باتباع" مصفی جلد ا ص ۱۴۸" وعمل الحرمین ارجح" (حجۃ اللہ ص ۳۱ ج ۲) کہہ کر اسی کو ترجیح دی ہے۔

ملحوظہ ۱

اوپر دار قطنی کی روایت سے آیا ہے کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہونی چاہئیں۔ چونکہ اس کی سند اچھی ہے اس لیے ترجیح اسی کو چاہیئے

ملحوظہ ۲

امام نووی نے شرح مذہب میں لکھا ہے

واما لاحرام ودعاء الاستفتاح ثم یکبر۔ وحکی الرافعی قولا شاذا ان دعاء الاستفتاح یکون بعد هذه التکبیرات والصواب الاول وهو المعروف من نصوص الشافعی ربع قطع الجمهور (ص ۱۷ ج ۵)

بہتر صورت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے استفتاح پڑھ کر پھر یہ زوائد تکبیریں کہے اور اس کے بعد قرأت شروع کرے۔ امام شافعی کے نصوص کا مقتضی یہی ہے اور جمہور فقہائے شافعیہ کا بھی یہی فیصلہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ اگرچہ تکبیر تحریمہ مع زوائد کے بعد دعائے استفتاح کا ایک قول شاذ بھی منقول ہے۔

امام بیہقی نے بھی سنن میں اس مضمون کا ایک عنوان قائم کیا ہے۔ لیکن امام نووی نے اس پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی اور نہ ہی امام بیہقی اس باب میں کوئی حدیث یا اثر لائے ہیں۔ البتہ مغنی ابن قدامہ میں لکھا ہے۔

ان الاستفتاح شرع لیستفتح به الصلوة فکان فی اولها کسائر الصلوة (ص ۱۴۰ ج ۲)

ملحوظہ ۳

تکبیرات زوائد کے وقت رفع یدین کسی ایسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں جو قابل حجت ہو۔ ہاں عبداللہ بن عمر سے ثابت ہے۔

مع تحریة الاتباع یرفع یدیه مع کل تکبیر (سبل السلام ص ۱۷۴ ج ۱)

ولا یعرف له مخالف فی الصحابة (مغنی)

دوسرا مسلک مرجوع

فقہا حنفیہ کا ہے۔ یعنی کل نو تکبیریں پانچ پہلی میں سمیت تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع قرأت سے پہلے دوسری میں چار بعد قرأت سمیت تکبیر رکوع یہ مسلک حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کے اثر پر ہی ہے مرفوع روایت کوئی ذکر نہیں کی۔

ماہِ شعبان اور مسلمان

مولانا عبدالوحید رحمانی رحمہ اللہ

ماہِ شعبان کی فضیلت حدیثوں سے ثابت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ماہ میں بکثرت روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں "وما رایتہ فی شھر اکثر منہ صیامًا فی شعبان" کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے مہینہ میں جس قدر روزے رکھتے ہوئے دیکھا اس قدر نفلی روزے رکھتے ہوئے دوسرے مہینوں میں نہیں دیکھا (مرعاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۲۶۶) نیز ایک دوسری حدیث اُمّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ

ما رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم شھرین متتابعین الا شعبان ورمضان

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو ماہ پے درپے روزے رکھتے ہوئے سوائے شعبان ورمضان کے نہیں دیکھا۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵۱)

دونوں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شعبان کے مہینہ میں حضورؐ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے مسلمانوں کو بھی اس ماہ میں جس قدر ہو سکے زیادہ سے زیادہ روزہ رکھنا چاہیئے۔ لیکن ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نصف شعبان گذرنے کے بعد مسلمانوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذا بقی نصف شعبان فلا تصوموا

"جب نصف شعبان باقی رہ جائے تو روزہ نہ رکھو (تحفۃ ج ۲ ص ۵۱) ۔ آپ نے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ آپؐ اپنی امت پر بہت زیادہ شفیق اور مہربان تھے۔ اور اُسے مشقت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ پس اگر کوئی شخص شعبان کے اکثر دنوں میں روزہ رکھے گا وہ کمزور ہو جائے گا اور ضعف اور کمزوری کی وجہ سے رمضان کے مہینہ کا حق ادا نہ کر سکے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص اتنا توانا و طاقتور ہو کہ اگر وہ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھے تو رمضان المبارک کے حقوق کی ادائیگی میں اس سے کسی طرح کی کوئی تقصیر اور کوتاہی نہ ہو تو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔

پندرہویں شعبان کے روزہ کے بارے میں جو حدیث ابنِ ماجہ میں حضرت علی سے مروی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اس لیئے اس دن اگر کوئی مسلمان شرعی روز سمجھ کر روزہ رکھے تو اس کا روزہ شرعی روزہ نہ ہوگا حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا الخ

"شعبان کی پندرھویں شب کو قیام کرو اور پندرھویں تاریخ کے دن کا روزہ رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات کو غروب آفتاب کے بعد آسمانِ دنیا پر جلوہ افروز ہو کر یہ آواز دیتا ہے کہ کوئی معافی چاہنے والا ہے جو مجھ سے معافی چاہے میں اس کو معاف

واضح رہے کہ امام محمد نے اپنے مسلک کو افضل ہی قرار دیا ہے۔ پہلے مسلک یعنی بارہ تکبیروں والے پر عمل کرنے کی اجازت بھی دی ہے۔ فرماتے ہیں

فما اخذت به فهو حسن وافضل ذالك عندنا ما روی عن ابن مسعود

(موطا امام محمد ص ۱۴۱)

جس پر عمل کرلو ٹھیک ہے ہمارے نزدیک افضل عبداللہ بن مسعود کا فعل ہے۔

لیکن ظاہر ہے مجرد اثر سے افضلیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے جبکہ اس کے مقابلہ پر صحیح روایات موجود ہیں۔

قرأت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کی نماز میں کبھی پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری میں الغاشیہ اور کبھی پہلی میں قاف اور دوسری میں اقتربت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

خطبہ کے مسائل

(۱) خطبہ نماز کے بعد ہونا چاہیئے

(۲) خطبہ مسنونہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی حمد ہی سے خطبہ شروع ہونا چاہیئے۔ تکبیرات سے خطبہ کا افتتاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

ویستفتح خطبتها بالحمد لله لانه لم ينقل عن النبی صلی الله عليه وسلم انه افتتح خطبته بغيرها (اختیارات ابن تیمیہؒ ص ۸۹)

ہاں اثنائے خطبہ بکثرت تکبیریں کہی جا سکتی ہیں (زاد المعاد جلد ۱ ص ۱۲۲ بحوالہ ابن ماجہ) (۳) خطبہ کے لیے منبر کی ضرورت نہیں ہے (زاد المعاد ص ۱۲۲ ج ۱)

(۴) عید کے خطبے بھی جمعہ کی طرح دو ہو سکتے ہیں (ابن ماجہ مجمع الزوائد ص ۲۰۳ بحوالہ بزار (۵) خطبہ میں کیا ہو؟

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فامر بتقوی الله تعالیٰ وحث علی طاعته ووعظ الناس وذكرهم (صحیحین) وامرهم بالصدقة (مدونہ ص ۵۵ ج ۱)

اللہ تعالیٰ کے تقوے کا حکم دیا اس کی اطاعت کی طرف توجہ دلائی وعظ و تذکیر فرمائی اور لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتے خصوصاً عورتوں کو خطاب فرماتے۔

تصدقن ولو من حليكن (بخاری)

تم ضرور صدقہ کرو اگرچہ زیور ہی سے ہو۔ کسی طرف فوج بھیجنی ہوتی تو وہ بھی بھیج دیتے۔

فان اراد ان يضرب علی الناس بعثا ذكره (مدونہ)

خطبہ سننا چاہیئے

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ

لا ينصرف حتی ينصرف الامام (موطا)

خطبہ عید سنے بغیر نہ جائے

عید کی مبارکباد

عید کے دن صحابہ آپس میں ملاقات کرتے تو یہ کہتے۔

تقبل الله منا ومنك (فتح الباری ص ۵۱۸ ج ۲)

اللہ تعالیٰ ہم تم سب سے قبول فرمائے

راستہ بدلئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے عید کو تشریف لے جاتے اس راستے واپس نہیں آتے تھے راستہ بدل لیتے تھے۔ (موطا) علماء نے اس کی مختلف حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔

عید کے بعد یا پہلے کوئی نماز نہیں ہے

عیدگاہ میں سوائے عید کی نماز کے کوئی نماز نہیں ہے ہاں گھر میں واپس آکر دو رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں

نماز عید کی قضا

اگر عید کی نماز رہ جائے تو بالکل اسی طرح اس کی قضا دی جا سکتی ہے۔ (بخاری)

عید کے دن کی دعا

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ عیدین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انا نسئلک عیشۃ نقیۃ ومیتۃ سویۃ ومردا غیر مخز ولا فاضح اللھم لا تھلکنا فجاءۃ ولا تاخذنا بغتۃ ولا تعظیما عن حق والوصیۃ اللھم انا نسئلک العفۃ والغنیٰ والتقیٰ والھدیٰ وحسن عاقبۃ الاخرۃ والدنیا ونعوذ بک من الشک والشقاق والریاء والشھرۃ فی دینک یا مقلب القلوب لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

(رواہ الطبرانی)

"الٰہی ہم تم سے حیاتِ عمدہ نہ زندگی اچھی موت طلب کرتے ہیں اور (تیری طرف) ایسی واپسی جو رسوا کن نہ ہو۔ الٰہی! ہمیں ناگہانی ہلاک نہ کیجئے گا اچانک نہ پکڑ لیجئے گا۔ اور ایسی جلدی موت نہ دیجئے کہ ہم نہ حقوق ادا کر سکیں اور نہ وصیت۔ الٰہی ہم آپ سے طلب کرتے ہیں عفت، غنا۔ ہدایت اور دنیا و آخرت کا اچھا انجام اور ہم آپ کی پناہ میں آتے ہیں شک، اختلاف، ریا اور شہرت سے جو آپ کے دین میں ہو۔ اے دلوں کے پھیرنے والے خدا جب ایک دفعہ ہمیں ہدایت بخش دی ہے تو اب اس سے پھیرتا نہیں اور اپنی خاص رحمت سے نواز دے۔ آپ تو نوازشیں فرمانے والے ہیں۔

عید کے بعد چھ روزے سنت ہیں

جس شخص نے رمضان کے روزے پورے کرنے کے بعد اس کے متصل ہی یا دو چار دن کے بعد پے در پے یا ناغہ کر کے شوال ہی کے مہینے میں چھ روزے اور رکھ لئے تو اسے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

عن ابی ایوب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال فذالک صیام الدھر (رواہ مسلم وغیرہ)

"ابو ایوبؓ انصاری کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لیے اس کو سال بھر کے روزوں کا ثواب ہے۔

ولیکن علی ھذا اختتام المقالۃ و صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم.

"ماسونیت" ایک مخفی و تخریبی تنظیم ہے۔

مختلف رنگ و نسل، جنس، مذاہب و ادیان، قوم و وطن کے افراد اس سے وابستہ ہیں جس میں ملحد و غیر ملحد، کمیونسٹ و نیشنلسٹ، سرمایہ دار، مزدور و کاریگر، سیکولر و جمہوری سبھی قسم کے لوگ اس میں شامل ہیں اور سبھی ہم فکر و ایک رائے ہیں۔ بظاہر اس کے لیے سب کام کرتے ہیں لیکن اس کی حقیقت سے سوائے چند افراد کے باقی لاعلم و ناواقف ہیں "ماسونیت" کے بیشتر افراد و اراکین کو اس تحریک سے اندھی عقیدت ہے۔ ان کے دل سیاہ ہو چکے ہیں۔ اس کے بارے میں وہ کلی طور سے جاہل ہوتے ہیں لیکن اس کے رموز و اسرار کی مکمل حفاظت و پاسداری کا التزام کرتے ہیں۔ اسے کسی پر ظاہر و منکشف نہیں کرتے ہیں۔ اس تحریک کا ہر کارکن حلفیہ طور پر یہ اقرار کرتا ہے۔ قسم کے الفاظ یہ ہوتے ہیں۔

حلف نامہ

"میں کائنات کے خالق اعظم[1] کی قسم کھاتا ہوں کہ ماسونیت کے راز فاش نہیں کروں گا نہ اس کی علامتیں کسی کو بتاؤں گا اور نہ ہی اس کی علامات و اقوال و عادات کا کسی سے انکشاف کروں گا۔ اور اس بات کی بھی قسم کھاتا ہوں کہ یہ عہد اپنے نہاں خانۂ دل میں ہمیشہ چھپائے رکھوں گا۔ اور کائنات کے انجینئر اعظم کی قسم کھاتا ہوں کہ جمعیت کے عہد و اقرار اور اس کے راز سربستہ میں کبھی خیانت نہیں کروں گا۔ نہ ہی اشارہ سے، نہ ہی کلام و گفتگو سے، نہ ہی اپنے کسی طرز عمل اور حرکت سے، اور نہ اس کے متعلق کچھ لکھوں گا۔ اور نہ کوئی چیز شائع کروں گا اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی خندق کھود دوں گا۔ اور نہ کوئی تصویر بناؤں گا اور اگر میں نے اپنی قسم توڑ دی تو میں بخوشی راضی ہوں کہ میرے دونوں ہونٹ سخت گرم لوہے سے داغ دیے جائیں، اور میری گردن اڑا دی جائے اور میری لاش ماسونی مجلس میں لٹکا دی جائے تاکہ میں اپنے علاوہ دوسروں کے لیے سامانِ عبرت بنوں، پھر میری نعش جلا کر خاکستر کر دی جائے، اور اس کی راکھ ہوا میں منتشر کر دی جائے، تاکہ کوئی نشان میری خیانت کا باقی نہ رہ جائے۔"

محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ماسونیت کا تعلق یہود کی لڑیکوں سے ہے۔ یہودیوں نے مکر و فریب اور تضلیل و گمراہی کے لیے نہایت ہی گندہ

---

[1] حلفیہ عبارت میں اصل لفظ "اُقسم بمہندس الکون الاعظم" ہے۔ مہندس کے لغوی معنی انجینئر کے ہوتے ہیں۔ جس کا مراد معنی "کاریگر کیا جاتا ہے۔ چونکہ کائنات کا کاریگر اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لیے میں نے اس کا ترجمہ خالق کائنات کیا ہے۔

دکھانا اسلوب اختیار کیا ہے اور معاشرہ کی تخریب کاری وتباہی کے لیے نہایت خطرناک وسائل اختیار کیے ہیں جو انسان کی انسانیت کو مسخ کر رہے ہیں۔ اور اپنے مکر وفریب کے ذریعہ انسان کو ایک ایسا آلہ کار بنا رکھا ہے کہ جسے یہود اپنی انگلیوں کے اشارہ پر نچاتے رہتے ہیں۔ جو شیطان کو وحی بھیجتے ہیں۔ کہ وہ بشریت کی گمراہی کے لیے اور ان پر فساد برپا کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو جائے اور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی ہدایت و مخلصانہ دعوت کو ٹھکرا دے

ماسونیت کی تاریخ

ماسونیت جس کے معنی "آزاد معمار" کے ہیں۔ کا ظہور اٹھارویں صدی یعنی ۱۷۱۷ء میں برطانیہ میں ہوا۔ جبکہ یہ تحریک مسیح علیہ السلام ہی کے زمانہ میں پوشیدہ طور پر موجود تھی۔ اور اسے خفیہ طاقت کے نام سے جانا جاتا تھا۔

ایک امریکی قائد "ولیم کالی کار" اپنی کتاب جس کا عربی میں ترجمہ "اُصحار علی رقعۃ الشطرنج" نیز "الدینا لعبۃ اسرائیل" کے نام سے کیا جا چکا ہے۔ میں لکھتا ہے کہ "آدم وایز ہادیٹ" جرمنی کا نصرانی پادری اپنے مذہب سے مرتد ہو گیا۔ اسے بعض یہودی مالداروں نے یہود کے ملک پاس شدہ تجاویز پر نظر ثانی کرنے کی ذمہ داری سونپی، اور اسے دوبارہ زندہ کرنے اور ان چیزوں کے مزید اضافہ کی اجازت دی۔ جن سے یہود کی تخریبی اسکیم و سازش متفق و ہم آہنگ ہو۔ چنانچہ اس نے صیہونی مشائخ کے بنائے ہوئے منصوبہ و پلان کو دستوری شکل دی جس کا مطلب یہ ہے کہ دینی و اخلاقی بنیادوں کو متزلزل کر دیا جائے اور حکومتوں کو تباہ و برباد کر کے تمام معاشرہ میں کینہ و نفرت کا بیج ڈال دیا جائے، اور انسانی اخلاق و شرافت سے خالی یہودہ نخش چیزوں کی نشر و اشاعت کی جائے۔

ہادیٹ نے اس دستور میں جن نئی چیزوں کا اضافہ کیا ہے وہ ہے توڑ پھوڑ و تخریب کرنے والے مذاہب کو جنم دینا، جسے ہم صیہونیت اور کمیونزم اور سرمایہ داری نظام کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔

ہادیٹ کا یہ بھی خیال ہے کہ ماسونی مجلس کا مقصد یہ ہے کہ ایک ایسی مملکت قائم کی جائے جس میں عظیم علمی فکری و عبقری شخصیات شامل ہوں چنانچہ اس کی اس دعوت سے مغربی ممالک کے بہت علماء و دانشور فریب میں آگئے، اور وہ اس پوزیشن میں آگیا کہ اس کے دو ہزار ہم فکر رضاکار پیدا ہو گئے۔ جس میں یونیورسٹیز کے ممتاز اساتذہ، پروفیسر، ادبار، مفکرین، صاحب فن، صاحب ثروت شامل ہو گئے۔

ہادیٹ کا آخری منصوبہ یہ تھا کہ وہ اپنے تخریبی پلان کی تنفیذ کے لیے "مشرقی ماسونیت کی سب سے بڑی انجمن کی بنیاد ڈال دے۔ جس سے کہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ماسونی انجمنوں کی مضبوط قیادت علیا اس کے ہاتھ میں آجائے۔ اور وہ سُپر پاور کا مالک بن جائے۔

یہودی ماسونیت کا انگریزوں پر غلبہ

ماسونی جمعیتوں کے ذریعہ برطانوی اقتصاد و تجارت، ان کے بڑے بڑے بینک و کمپنیاں و کارخانے سب پر یہود چھا گئے اور قابل کاشت وسیع اراضی پر بھی یہی لوگ قابض ہو گئے، اور ان محلوں اور حویلیوں کے بھی مالک ہو گئے جو ان انگریزوں کی ملکیت سے نکل کر ان کے قبضہ میں آگئیں۔ جن کو یہودیوں نے قرضوں میں ڈبو رکھا تھا۔ اس طرح بہت سے امراء انگریز اور لارڈ (یہ انگریزوں کے القاب و خطاب ہیں) اپنے لالچی و فریبی یہودی قرض دہندوں

کے رحم وکرم پر جینے لگے اور ان کی مرضی کے سامنے جھک گئے۔ اس طرح یہودیوں نے ان شریف و باعزت انگریز کی لڑکیوں سے شادیاں کر لیں اور اپنی لڑکیاں ان کو بیاہ دیں اور انہی انگریزوں سے ان کو بھی سیادات کے خطاب ورثے میں مل گئے۔ اور یہ بھی (یہود) لارڈ اور شریف بن گئے۔ اور بڑے بڑے عہدوں پر پہونچ گئے۔

۱۹۲۲ء میں یہودیوں کے برطانیہ میں ۲۶ بارونا۔ ۶ مشیر ملکی دربار میں اور ۶ ممبران لندن کی بلدیاتی اسمبلی میں متعین ہو چکے تھے، اور یہ تعداد ہزاروں ادباء، مصنفین، رائٹر اور صحافیوں کے علاوہ تھی۔ اور تین یہودی انگریزوں کے عہد اقتدار میں ہندوستان میں نائب وزیر اعظم کے منصب پر فائز رہ چکے تھے۔

"المفسدون فی الارض" جو کہ "ابواب القضاء الاخیر" کا ترجمہ ہے۔ کے مصنف نے لکھا ہے کہ شہزادہ "البیر" نے ملکہ برطانیہ "ملکہ وکٹوریہ" سے شادی کر لی اور یہ کوشش کی کہ انگریز حکمرانوں کا ہر شہزادہ ہر یہودی کی غیر قانونی اولاد ہو۔

اس طرح ۱۸۳۸ء میں برطانیہ کا ولی عہد ایک ماسونی تھا۔ اور ملک "جارج اوّل" لندن کی پہلی ماسونی "انجمن" کا صدر تھا۔ تو اس میں کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ برطانوی قوم اور ممبران پارلیمنٹ، مختلف پارٹیوں کے رؤساء و وزراء سبھی یہودی قوم کے سامنے مجبور و بے بس ہیں اور ان سے جو علیحدہ ہوتا ہے۔ اسے خفیہ ماسونی قوت اپنی طرف راغب کرنے کی ذمہ داری سونپتی ہے۔ ورنہ اس سے چھٹکارا ہی حاصل کر لیتی ہے۔

فرانس بھی ماسونیت کے زیر تسلط

فرانس بھی "ماسونی" تسلط واقتدار کے ماتحت آگیا اور مجلس شرق میں ماسونی افراد کی تعداد ۲۵ لاکھ تک پہونچ گئی اور جیسا کہ معلوم ہے کہ انقلاب فرانس نے شہنشاہی نظام حکومت کا ایک طرف خاتمہ کیا تو دوسری طرف دین وعقائد سے بھی برسر پیکار ہو کر لادینیت کی آواز بلند کی یہ سب ماسونیت ہی کے کرشمے و کارنامے تھے۔

دوسری عالمی جنگ سے پہلے ۱۹۳۰ء کی دھائی میں اور اس کے بعد بھی ماسونی یہودی "لیون بلوم" وزارت عظمیٰ کی کرسی پر پہونچ گیا۔ اور یہ خبیث اباحیت اور فسق وفجور کی اشاعت کا علمبردار تھا۔ اس نے "شادی بیاہ" کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، جو جنسی کتابوں میں سب سے بدترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ جس میں اس نے فسق وزنا کی کھلی چھوٹ دی ہے۔ اس کتاب کے صرف فرانس کے اندر ۷۰ لاکھ سے زائد نسخے فروخت ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کا کئی زبانوں میں ترجمہ بھی ماسونیوں نے شائع کرا دیا ہے۔ اس میں خبیث مصنف نے کنواری اور دوشیزہ لڑکیوں کو سن بلوغت میں داخل ہوتے ہی شرم وحیاء کی چادر اتارنے اور فحر وشجاعت کے ساتھ اپنا عاشق بنانے اور ان سے عشق کرنے کی دعوت دی ہے۔ نیز اپنے محارم کے ساتھ ہمبستری کرنے کی دعوت دی ہے۔[1]

امریکہ ماسونیت کا مرکز:

اس صدی میں ماسونیت ایک ایسے ملک اور حکومت پر چھا گئی ہے۔ جس کے ہاتھ میں دنیا کی سب سے بڑی حکومت کی باگ ڈور ہے۔ اور وہ امریکہ ہے۔ یہ تحریک

اس ملک کی داخلی و خارجہ پالیسی پر حاوی اور مسلط ہو چکی ہے۔ اور امریکی قوم کو اپنے بندھن میں جکڑ رکھا ہے۔ اور اس ملک کے ساتھ بھی وہی کیا ہے جو کچھ برطانوی قوم کے ساتھ کیا گیا ہے اور ریاست ہائے امریکہ کے روٹسا اور بڑے بڑے سیاسی، تنظیمی و جنگی اداروں کے نہاں سب کے سب یہودی اثرات کے سامنے بے بس ہو گئے ہیں۔ جو شخص اس سے اپنا دامن بچا کر الگ تھلگ رہنا چاہتا ہے۔ تو اس کی شہرت کو داغدار کر دیا جاتا ہے۔ یا پھر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے یا پھر اسے اس کے خاندان سمیت ملک بدر کر دیا جاتا ہے۔ اور بہت سے امریکی باشندے جو اس تحریک سے لاتعلق اور آزاد ہیں جن میں شہری سے لیکر فوجی اور مفکرین و دانشوروں تک شامل ہیں۔ یہودیت سے تعارض اور مقابلہ کی پاداش میں انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ باوجود اس کے کہ اپنے وطن کے یہ باوقار شہری اس سموم تحریک سے عوام کو متنبہ کرتے رہے اور اس کے خلاف تنبیہات شائع کر کے امریکی قوم کو اس کی فطرت سے آگاہ کرتے رہے۔ مگر امریکہ نے ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو یہودیوں کی گود میں ڈال دیا ہے۔

ماسونیت کے طبقے

ماسونیت کے تین طبقے ہیں جو ۳۳ درجوں میں منقسم ہے۔

۱۔ **طبقہ اول** :۔ پہلے طبقہ کو "ابتدائی رمز" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس پر بچگانہ اندھے پن کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس سے وابستہ ادنیٰ درجہ کے افراد کو مختلف ہیجانی و اشتعال انگیز تجربات نیز پیچیدہ و سخت امتحانات سے گذرنا پڑتا ہے جس کا سلسلہ کئی برسوں جاری رہتا ہے اس امتحانی دور سے گذرنے کے بعد جو شخص اس تحریک سے باقاعدہ وابستہ ہونا چاہے تو اس کو وہی قسم کھانی پڑتی ہے۔ جس قسم کا پہلے "حلف نامہ" کے عنوان سے ذکر گذر چکا ہے۔

۲۔ **طبقہ دوم** :۔ "شاہی ماسونیت" یہ طبقہ مخصوص ہے۔ یہودیوں اور ان کے احباب و سرپرستوں کے لیئے، اور یہ لوگ ۳۳ درجات میں سے منتخب کیے جاتے ہیں جو ان کے نزدیک صیہونیت کے مشارع میں شمار کیے جاتے ہیں۔

۳۔ **طبقہ سوم** :۔ "کونی ماسونیت" اس طبقہ میں چوٹی کے افراد شامل ہوتے ہیں۔ اور اس میں ہر فرد کا یہودی ہونا ضروری ہے اور صرف انہی کے ہاتھوں میں ماسونی مجالس و انجمنوں کے سارے معاملات ہوتے ہیں جہاں بھی دنیا میں ماسونیت پائی جاتی ہے اور جو کچھ اس میں کام ہوتا ہے۔ وہ سب اسی طبقہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور یہ طبقہ ان کے اعلیٰ مذہبی و سیاسی رہنماؤں اور حکمرانوں سے بلند تر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہی لوگ ان حکمرانوں پر حکمرانی کرتے ہیں اور ان پر مسلط رہتے ہیں اور انہیں کے افراد سے ان کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں، انہی میں سے کوئی ان کا خصوصی محافظ ہوتا ہے اور کوئی خفیہ باڈی گارڈ کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۳۱ پر

لہ یہ بات معلوم ہے کہ محارم میں شوہر کے علاوہ باپ، بھائی، چچا، بھتیجا، بیٹا سبھی شامل ہیں اور اس خبیث تحریک میں اس کی کوئی قید نہیں یعنی باپ اپنی بیٹی سے اور بھائی اپنی بہن سے نعوذ باللہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اس تحریک کی بنیاد ہی دین و اخلاق سے بغاوت ہے۔ جو ان کے کرتوت سے عیاں ہے۔ لعنہم اللہ وخذلہم

نجات وبقا کی راہ
قرآن وسنّت

اُمّتِ مسلمہ کی عظمت اور شوکت اسلام سے وابستہ ہے۔ اور اسلام نے ہمیشہ اُمّت کا تحفظ کیا ہے۔ اسلامی تاریخ کے جن ادوار میں مسلمانوں نے اسلامی اصولوں کی پیروی کی ہے ان ادوار میں مسلمانوں نے شاندار تاریخی کارنامے انجام دیئے ہیں اور اسلامی تہذیب وتمدن سے ساری انسانیت کو فائدہ پہنچایا ہے۔ مگر جن ادوار میں مسلمانوں نے اسلام سے بے رغبتی کا اظہار کرکے دنیاوی خواہشات اور ذاتی وقومی مفادات کو ترجیح دی اور مادی مفاد کا شکار ہوئے تو اسلامی تاریخ کے مطابق ان ادوار میں مسلمانوں کی داستان نہایت روح فرسا مناظر سے پُر ہے۔

خصوصًا انیسویں صدی میں مسلمانوں کے ثقافتی، علمی اور سیاسی ادارے بالکل مفلوج ہوکر رہ گئے تھے۔ اور انگریزی استعمار تلے سارا عالمِ اسلام سسک رہا تھا۔

مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف آزادی کے لیے دنیا میں جہاں کہیں بھی تحریک اٹھائی ہے تو اپنی تحریکوں میں اسلام کی عظمتِ رفتہ بحال کرنے کے جذبے اور نعرے سے توانائی ڈال دی ہے۔ اور اس مقدس نام کے استعمال ہی سے عالمِ اسلام کے اکثر ممالک آزاد ہوتے گئے مگر افسوس کہ آزادی کے بعد مسلمان ممالک اسلام سے بے توجہی اختیار کرکے مغربی تہذیب اور غیر اسلامی نظریات وسیاست کا شکار ہوئے۔ مختلف حیلوں اور بہانوں سے "ادخلوا فی السلم کافۃ" سے پہلو تہی کرنے لگے۔ چنانچہ مسلمان ممالک میں غیر اسلامی نظریات درآمد ہوئے اور مسلمانوں کے معاشرے اور ممالک میں مسلمانوں کے ہاتھوں غیر اسلامی سیاسی پارٹیاں سیاست کے نام پر پھلنے پھولنے لگیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی ممالک ہی میں شعائرِ اسلامی کی تضحیک ہونے لگی اور جدید فیشن میں اسلامی نظامِ حیات پر ہر پہلو سے حملے کیے جانے لگے جس سے نوجوان نسل کے ذہن میں اسلام کی تحقیر ہونے لگی۔

کیونکہ غیر اسلامی نظریات کی حامل سیاسی پارٹیاں تعلیم یافتہ نسل، ادبا، شعرا، دانشور سرکاری سرپرستی میں اسلام کے خلاف بے دھڑک اظہارِ خیال کرنے لگے۔ اور مغربی طرزِ تعلیم، جدیدیت کی فریفتگی اور اقتدار پرستی کے مرض نے اندر سے عالمِ اسلام کو بالکل کھوکھلا کردیا۔ سارے عالمِ اسلام میں طرزِ حکومت کی بات عجیب نظارہ پیش کرتی ہے کہیں مغربی جمہوریت لانے کے لیے احتجاج ہوتے رہے ہیں۔ کہیں سیکولرزم پر فخر کیا جاتا

رہا ہے۔ کہیں نیشنلزم کے جوش میں اپنے ملک کے عیسائی کو دوسرے ملک کے مسلمان پر فوقیت دی جاتی ہے۔ کہیں سوشلزم کو قومی مصائب کا نجات دہندہ سمجھا جاتا ہے۔ اور کہیں خواتین کے سر پر چادر اوڑھنے کو بنیاد پرستی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور عفت مآب خواتین کو بے پردہ کرنے کی مہم چلائی جاتی ہے۔

عالم اسلام کے اندر اس ذہنی افراتفری کے دور میں کمیونسٹ روس افغانستان پر چڑھ دوڑا اور ایک اسلامی ملک کا تشخص مسخ کر دیا گیا۔ پندرہ لاکھ مسلمان شہید کیے گئے اور اب تک نجیب کے ہاتھوں سے سکڈ میزائل کے بٹن دبا کر افغانستان کو جلایا جا رہا ہے۔ پھر بھی عالم اسلام میں ایسے ملک پائے جاتے ہیں اور ایسی سیاسی پارٹیوں کی کمی نہیں جو روس کی حمایت اور اس کے فلسفہ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کو بنیاد پرستی کہہ کر اس کی راہ میں روکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں اور جہادِ افغانستان کے اثرات کو مٹانے میں روس اور امریکہ کے ہمنوا ہیں۔

کشمیر کے مظلوم عوام چالیس سال سے ہندو کے ظلم کی چکی میں پسے چلے آ رہے ہیں۔ مگر امتِ مسلمہ کو ان کے بارے میں متفقہ موقف اختیار کرنے کی توفیق نہیں ملی ہے۔ فلسطین کا مسئلہ ابھی تک نفاق کا شکار ہے۔

دو برادر اسلامی ممالک ایران عراق کے درمیان بے مقصد جنگ میں پندرہ لاکھ مسلمان لقمۂ اجل بنے۔ اسلامی دنیا آٹھ سال کے طویل عرصہ میں ان کے درمیان جنگ بند کرنے سے قاصر رہی۔ حتیٰ کہ جارح کو جارح کہنے اور ظالم کو ظالم کہنے کی جرأت بھی نہ کر سکی۔ پھر عراق اپنے محسن برادر اسلامی ملک کویت پر قبضہ کر لیا اور سعودی عرب کی سرحدوں پر افواج جمع کر کے اپنے کمزور مسلمان ملکوں کی سلامتی کو خطرے سے دوچار کر دیا مسلمان ممالک میں ہی دم خم موجود نہ تھا اور نہ ہی اخلاقی جرأت کہ صدام حسین کو اس جارحیت سے باز رکھ سکتے۔

ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان عراقی حکومت کے کیمیاوی بموں سے بھسم کر دیئے۔ عالم اسلام میں ان بے گناہ مظلوم مسلمانوں کی ہلاکت پر نہ تو احتجاج ہوا اور نہ ہی اس مسئلہ پر کسی بھی سیاسی و مذہبی طبقے نے عراق کو ملامت کی قرآن کی واضح تعلیمات اور رہنمائی کے باوجود مسلمان ممالک قومی مفادات کے اسیر رہے اور عملاً ثابت کیا کہ مسلمان ممالک کسی بھی مسئلہ کے حل کی اہلیت نہیں رکھتے۔ نہ مسلمان ملک کو ظالم بننے سے روک سکتے ہیں اور نہ مظلوم اسلامی ملک عالم اسلام سے اپنی حمایت اور تحفظ کی امید کر سکتے ہیں۔ نظریاتی لحاظ سے عالم اسلام کی اصطلاح اسلامی ممالک پر صادق نہیں آتی اور نہ موجودہ سیاسی نظریات کے حامل مسلمان ممالک عالم اسلام کا روپ دھار سکتے ہیں۔ اور نہ ان ممالک سے حقیقی اسلامی تنظیم تشکیل پا سکتی ہے۔

اب تک عالم اسلام کے اتحاد کے لیے جتنے بھی ادارے بنے ہیں۔ سارے اسلامی ممالک ان اداروں میں ملکی مفادات کے تحت حصہ لیتے رہے ہیں اور کبھی بھی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ اسلامی ممالک اندرونی و خارجہ پالیسی باہمی تعلقات اور روابط بڑھانے میں اسلامی اصولوں کی پابندی کریں۔ جب تک اسلامی ممالک اپنے ملکی قوانین معاشرت تعلیم، داخلہ و خارجہ پالیسی اسلامی

تعلیمات کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق نہیں بنائیں گے اس وقت تک نہ عالم اسلام میں ہی حقیقی اتحاد پیدا ہونے کا کوئی امکان ہے اور نہ ہی امت مسلمہ کے امت واحدہ بننے کا۔ دنیا میں تغیرات کے پیش نظر پوری اقتصادی برادری کے ممالک نے خود کو منظم کیا۔ امریکہ کو سپر طاقت ہونے پر زعم ہے۔ روس پریسٹرائیکا اور گلاسناسٹ پر عمل پیرا ہو کر جمہوریت دیکھنے کا متمنی ہے۔ مگر عالم اسلام مسائل کا شکار ہے۔ ان میں نہ کوئی اتنگ ہے نہ آرزو اور نہ ہی وحدت افکار کا اظہار بلکہ رد شدہ فلسفوں کو سینہ سے لگائے دن بدن اسلام سے دور ہونے میں اپنے آپ کو جدید اور ترقی یافتہ محسوس کرنے کی تمنا پر مر مٹا ہے۔ دنیا کے مسلمانو! اب بھی وقت ہے ماضی کی تلافی کرنے، حال کو سنوارنے اور مستقبل کو تابناک بنانے کا ایک ہی نسخہ ہے کہ منافقت کی روش ترک کر کے تمام اسلامی ملکوں میں شریعت اسلامی کا نفاذ کر دیا جائے۔ اور اس میں قرآن و سنت کو رہنما بنا کر تمام غیر اسلامی قوانین کو یکسر خارج کر دیا جائے۔ اور ان تمام اداروں اور سیاسی پارٹیوں پر مکمل پابندی لگائی جائے جن کے نظریات اسلام سے متصادم ہیں۔ عالم اسلام میں قرآن و سنت کی حاکمیت بحال ہونے سے عالم اسلام کا استحکام و بقاء یقینی ہو جائے گا۔ مسلمان ممالک ایک دوسرے کے لیے حقیقی اسلامی اخوت کی تڑپ محسوس کریں گے اور اسلامی نظام کے نفاذ سے مسلمانان عالم جسدِ واحد اور بنیان مرصوص کے مصداق ہو جائیں گے۔

اگر دنیا کی تنظیم نو میں مسلمان ممالک نے اسلام کو منہج بنانے کی بجائے ملکی اور اقتصادی فوائد یا اقتدار کی کرسی کو فوقیت دی اور اسلام سے بے رغبتی کا یہی حال رہا جو دیکھنے میں آرہا ہے تو پھر اس قرآنی وعید کو کبھی نہ بھولیے گا کہ۔ ولکل امة اجل مسمی ... ! دنیا کے مسلمانو اپنے مصائب کا مداوا قرآن میں تلاش کرو۔ کیونکہ سچا مومن ہی اس کائنات میں خدا کا نگران ہوتا ہے جو انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر بندہ کو خدا کی بندگی میں دے دیتا ہے۔ اور خدا کی بندگی ہی سرخروئی اور تکمیل انسانیت و عبودیت ہے اور اس کا بہترین طریقہ یہی ہے ہر جگہ طبقہ ابرار کو برسر اقتدار لائیں کیونکہ طبقہ ابرار قرآن و سنت سے رہنمائی لیتے ہیں اور اسلام کے لیے تڑپ محسوس کرتے ہیں

بقیہ صفحہ ۶

اور ناگفتہ بہ ہو اس کا اتنا روپیہ اس طرح فضول اور بیہودہ رسم میں ضائع ہو تو اس قوم کی زندگی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ اگر یہ گراں بہا رقم کسی تعمیری، ملی اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں صرف کی جاتی تو اس سے قوم اور عوام الناس کو کتنا فائدہ پہنچتا؟ اور اس سے مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی کا ایک حد تک کچھ مداوا ہو جاتا مگر افسوس کہ آج ایسا نہیں ہو رہا ہے اور نہ اس کی طرف کسی کو توجہ کرنے کی فرصت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور انہیں اپنے مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی توفیق ارزانی بھی۔

بچوں کو آتش بازی کے لیے پیسے دیے جاتے ہیں جس سے ان کے اندر احکام الٰہی کی نافرمانی کی عادت ڈالی جاتی ہے اور ان کو بیہودہ رسم و رواج کا خوگر بنایا جاتا ہے۔ جب کہ ان کے لیے شرعی حکم تھا کہ ابتدا سے ان کو علم و عمل کی تعلیم دی جائے اور انہیں اچھی عادتوں کا خوگر بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو بدعات و خرافات سے محفوظ رکھے، توحید و سنت پر چلائے اور نیک عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

محمدی عادات و خصائل

ترتیب: محمد آصف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ سال کی عمر پائی، چالیس سال کی عمر کے بعد آپؐ نے اسلامی دعوت و تبلیغ کا آغاز فرمایا۔ یعنی آپؐ بت پرستی کے خاتمے، اسلامی تعلیمات، توحیدِ الٰہی اور نیک اعمال پر مبنی تہذیب و تمدن کو عالم میں پھیلانے کے لیئے تیئس برس تک مسلسل مجاہدہ اور اعداءِ اسلام سے مقابلہ کرنے میں مشغول رہے۔ پس آپؐ کی عمرِ عزیز کے گھنٹے مہینوں میں، مہینے سالوں میں اور سال صدیوں میں بدل گئے تھے۔ آپ اپنی زبان و تلوار سے برابر جہاد کرتے رہے۔ اپنے صحابہ اور متبعین کو دینی احکام کی تعلیم دیتے رہے انہیں ادب سکھاتے رہے اور اپنے اعمال و اقوال اور پاکیزہ سیرت ——— کے ذریعے انہیں مہذب بناتے رہے۔ انہیں اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کی ہدایات دیتے رہے۔ گناہوں سے بچاتے، بھلائیوں کی تلقین فرماتے اور برائیوں سے منع کرتے رہے۔ اپنے ارشادات میں وہ حکیمانہ باتیں اور جامع نصیحتیں بیان فرماتے رہے کہ اس سے پہلے کسی اور انسان نے ایسی باتیں بیان نہ کی تھیں۔

آپؐ میدان ہائے جنگ میں بھی اپنی فوجوں کی کمان خود فرماتے، لشکروں کی تنظیم و ترتیب فرماتے اور سپہ سالاروں کو ہدایات دیتے اور انہیں جہاد اور مصائب پر صبر کی تلقین فرماتے، انکی رہنمائی کے لیئے خود نقشۂ جنگ مرتب فرماتے۔ لوگوں میں عدل و انصاف سے فیصلے دیتے تھے۔ آپ بیک وقت ایک مربی، معلم، مودب، واعظ، پیر، خوشخبری سنانے والے، عذاب سے ڈرانے والے، خطیب، امام، مشفق باپ، سچے اور مخلص بھائی، قائد، نافذ احکامِ شریعت اور قاضی تھے۔ جب اپنے مکان میں تشریف لے جاتے تو وہاں اپنی عورتوں کو دینی تعلیم دیتے۔ ان کی گھریلو زندگی کی اصلاح فرماتے، ان سب میں اتحاد و میل جول قائم فرماتے۔ جب تنہائی ہوتی تو دنیا سے مستغنی ہو کر اپنے رب کی عبادت اور آہ و زاری میں مشغول ہو جاتے، یہاں تک کہ کوئی دوسرا شخص خواہ وہ کتنی ہی کوشش کرتا آپؐ کی نمازوں اور دعاؤں میں آپؐ کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ ہم ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جنہیں انتہائی اقتدار و طاقت حاصل ہے کہ جب وہ دنیاوی اور سماجی و رفاہی معاملات میں مشغول ہو جاتے ہیں تو نماز کی ادائیگی میں سستی کرنے لگتے ہیں یا پھر اچھے اور مکمل طریقہ پر اُسے ادا نہیں کر سکتے اور جو لوگ عبادت میں منہمک ہو جاتے ہیں تو اپنے گھر اور کنبہ کے معاملات پر توجہ دینی چھوڑ دیتے ہیں اور بالکل تارکِ دنیا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر دین و دنیا کو جمع رکھا اور آپؐ دینی و دنیوی دونوں

کردوں۔ کوئی روزی کا خواستگار ہے کہ میں اسے روزی دوں، کوئی مصیبت زدہ ہے جو مجھ سے مصیبت دور کرنے کے لیئے کہے تو میں اس کی مصیبت دور کردوں اسی طرح صبح صادق تک پکارتا رہتا ہے۔ یہ حدیث حد درجہ ضعیف اور کمزور ہے اس لیئے کہ اس کا ایک راوی ابوبکر بن ابو سبرہ وضاع ہے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث گھڑ لیا کرتا تھا۔ لہذا یہ حدیث قابلِ عمل نہیں ہے۔ مرعاۃ ج۲ ص۲۳۹

۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کا روزہ رکھنے کا جو شخص عادی ہو وہ پندرھویں شعبان کا روزہ رکھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور میرے خیال میں جو شخص ایام بیض کا روزہ رکھنے کا خوگر نہیں ہے وہ اگر یہ روزہ رکھنا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد ایک روزہ اور رکھے ورنہ روزہ نہ رکھے۔

شب برأت کی فضیلت میں جو روایتیں آئی ہیں۔ ان میں اکثر ضعیف ہیں لیکن کثرت طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ قوت پیدا ہوگئی ہے۔ اور ان سے اس رات کی کچھ اصلیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ لہذا اگر مسلمان اس رات میں جاگ کر تہجد پڑھیں اور ذکر و اذکار اور تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہوں۔ اور اپنے لیئے اللہ سے مغفرت، عافیت اور دونوں جہاں کی بھلائی کے لیئے دعا کریں تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی وقت بھی قبرستان جا کر مُردوں کے لیئے دعا و استغفار کرے اور قبر کی وحشت و تنہائی کا خیال کر کے اس سے عبرت حاصل کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ قبر کی زیارت کا مقصد شریعت نے یہ بتایا ہے کہ اس سے آخرت یاد آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے مگر افسوس کہ آج مسلمانوں نے فرائض و واجبات کو یک قلم ترک کر دیا ہے۔ کتنے مسلمان ایسے ہیں جنہیں نہ تو نمازِ پنجگانہ سے کوئی سروکار ہے اور نہ رمضان کے روزے سے اور نہ دوسرے فرائض و واجبات سے جبکہ دونوں فریضے اسلام کی اساس و بنیاد ہیں ان پر عمل کیئے بغیر کوئی مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہے۔ لیکن بعض مستحبات و مندوبات کو فرائض و واجبات کا درجہ دے دیا گیا ہے جیسا کہ آج کل عام مسلمانوں کا عمل ہے۔

پندرھویں شعبان کی شب میں مسلمانوں نے قبرستان جانا اپنے اوپر فرض سمجھ لیا ہے۔ اس رات آپ مسلمانوں کو گروہ در گروہ، خول در خول مع خورد و کلاں قبرستان جاتے دیکھیں گے۔ جبکہ سال بھر میں ایک روز بھی ان میں سے کسی کو قبرستان جاتے اور اپنے آباؤ اجداد کی قبر پر ان کے لیے دعا و استغفار کرنے کی توفیق نہیں ہوتی کسی صحیح روایت سے اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ قبرستان جانا ثابت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کی جس روایت سے اس رات قبرستان جانے پر استدلال کیا جاتا ہے وہ روایت اولاً تو ضعیف ہے اور دوسرے یہ کہ صحیح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر و بیشتر مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں تشریف لے جایا کرتے اور اصحابِ قبور کے لیے مغفرت اور رفع درجات کی دعا فرماتے تھے، اور جب آپ کی حضرت عائشہ رضؓ کے پاس رہنے کی باری ہوتی تھی اس رات خصوصاً آپ ضرور بقیع جایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تھے اور اپنی عادت مبارکہ کے مطابق رات کو بقیع تشریف لے گئے، اتفاق سے یہ رات شب برأت تھی آپ تنہا تھے اپنے اہل و عیال اور خاندان والوں کو لیکر بقیع نہیں گئے تھے جیسا کہ آج کل دستور ہے کہ مسلمان اپنے خاندان والوں

خوش بختیوں میں اس اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے جو بشری طاقت سے کہیں بالاتر تھا۔ اسی وجہ سے اس قلیل ترین مدت میں آپؐ کے دستِ مبارک پر وہ عظیم الشان کارنامے انجام پائے کہ صدیوں میں تمام اقوامِ عالم مل کر بھی ان جیسے عظیم کارنامے انجام نہ دے سکیں۔

جو شخص گہری نظر سے سیرت رسولؐ کا مطالعہ کرے آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ اور آپ کی عظیم شخصیت میں غور و فکر کرے اور سوچے کہ آپؐ کس طرح بیک وقت ایسے مجموعی بلند اخلاق و فضائل سے متصف تھے تو وہ اعتراف پر مجبور ہوگا کہ آپ واقعتاً اس تمام مخلوق کے سردار تھے۔ آپؐ کے اخلاق و اعمال بے تکلف و برجستہ تھے کیونکہ تکلف سے کسی عمل کو کرنے والے کا یہ عمل زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکتا بلکہ کچھ عرصہ بعد ہی وہ اپنی اصلی عادت پر لوٹ آتا ہے اور آنحضرتؐ کا یہی وہ وصف تھا جس سے آپکو یہ عظمت و بزرگی حاصل ہوئی تھی۔

علم الاخلاق والوں کا قول ہے کہ اخلاق وہ طبعی و ذاتی ملکہ ہے جس کی وجہ سے اس سے متصف شخص سے بہتر اعمال کا سرزد ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ اور بہتر اعمال کا ارتکاب دوسری چیز ہے اور ایسے اعمال کے صدور میں آسانی پیدا ہونا دوسری چیز ہے پس وہ کیفیت جس سے ایسی عملی سہولت حاصل ہو جائے اسی کا نام اخلاق ہے۔

آنحضرتؐ سے جو اعلیٰ افعال سرزد ہوتے رہے ان میں کسی قسم کے تکلف کو دخل نہ تھا اور کسی ایک انسان میں کسی تکلف و تصنع کے بغیر اتنے فضائل کا جمع ہو جانا خلافِ عادت غیر معمولی واقعہ ہے کیونکہ انسان کی ہستی میں مختلف خواہشات پیدا کر دی گئی ہیں اس لیے عام طور سے اس کے لیئے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ کسی کمی بیشی کے بغیر ان میں اعتدال و توازن پیدا کر سکے جب تک اپنے آپ کو برسوں ان اعمال کے صدور کی عادت نہ ڈالے اور مسلسل جدوجہد نہ رکھے اور کبھی اس کے باوجود بھی وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔ ایک سمجھدار آدمی جب اپنے اندر کوئی عیب دیکھتا ہے اور اس سے جنگ کرنا اور اسے عادت اور قوتِ ارادی کے ذریعہ مٹا دینا چاہتا ہے تو اس مقصد کے لیے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے تب کہیں وہ بری عادت مٹ سکتی ہے اور اس عادتِ خبیثہ سے مقابلہ کے دوران اُسے یہ بات بھی پیش آ سکتی ہے کہ کسی دوسرے وقت پھر یہی برائی یا اس کے آثار اس میں مکرر نمودار ہو جائیں جب وہ اس برائی کو مٹانے میں کامیاب ہو جائے تب لوگ اس کے متعلق کوئی رائے قائم کر سکیں گے اگر وہ ایک عظیم شخصیت بن کر نمودار ہوا تو اُسے اس کی زندگی کی تاریخ میں اس کی حاصل کردہ عظمت پر باقی رکھیں گے مثلاً یوں کہیں گے کہ فلاں شخص پہلے بخیل تھا پھر سخاوت کا عادی ہو گیا۔ یا وہ پہلے بزدل تھا مگر پھر بہادروں کی صحبت میں رہ کر اور ان کی پیروی کر کے بہادر بن گیا۔ ہمارے کثیر تجربات اور لوگوں سے میل جول کے باوجود ہم کسی ایک بھی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس میں صرف ایک ہی برائی ہو

ہر انسان اپنے نزدیک یہ خیال رکھتا ہے کہ وہ کامل انسان ہے اس میں کوئی عیب اور برائی نہیں کیونکہ کوئی آنکھ خود اپنے آپ کو بغیر آئینے کے نہیں دیکھ سکتی اور انسانی آئینہ اسکے اپنے دوست و احباب اور ملنے جلنے والے ہوتے ہیں پھر انسان کا اپنے متعلق یہ اعتقاد کہ وہ کامل انسان ہے، برائیوں اور کمینہ باتوں سے مبرّا ہے اسے اپنے عیوب، لغزشوں اور غلطیوں پر باخبر ہونے سے روک دیتا ہے۔ اگر وہ اپنے بارے میں لوگوں کی رائے سُن لے جو سرِ عام میں اس سے کمتر ہی کیوں نہ ہوں تو اس پر اس کی بہت سی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو اس کے اپنے متعلق کامل انسان ہونے کے اعتقاد کی وجہ سے اس کی

نظروں سے اوجھل تھیں۔

ممکن ہے ہم پر کوئی معترض یہ اعتراض کرے کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ تم کوئی ایسا شخص نہیں دیکھتے جس میں صرف ایک آدھ برائی ہی ہو حالانکہ مجھے اپنی دانست میں کوئی عیب نظر نہیں آتا جس کا مجھ سے مواخذہ کیا جاسکے سب لوگ میری تعریف کرتے اور میری عزت کرتے ہیں تو یہ قول صرف پردے میں چھپے ہوئے نابینا شخص کا دعویٰ ہو سکتا ہے۔ پس اس کے لیئے بہتر یہی ہے کہ وہ لوگوں سے پہلے اپنے عیوب معلوم کرے تاکہ وہ جب اسے بتائے جائیں گے تو وہ ان عیوب کو رفع کر کے اپنی اصلاح کرلے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جن کا علم، بزرگی، سچائی، اخلاص اور تقویٰ کسی پر مخفی نہیں ہے فرمایا ہے۔

"خدا اس شخص پر رحم فرمائے جو مجھے میرے عیوب پر مطلع کرے۔"

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضؓ میں کچھ عیوب موجود تھے جن سے وہ باخبر ہونا چاہتے تھے لیکن اس کے برعکس آج لوگوں میں غرور و تکبّر اور خود پسندی کے وہ شدید جذبات پیدا ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے وہ خود کو تمام برائیوں سے مبرّا ہونے کا دعویٰ کرنے کی جرأت کرنے لگے ہیں اسی لیئے وہ اپنے نفس کی اصلاح سے محروم رہ گئے ہیں۔

درحقیقت ایک شخص کا تمام عیوب سے خالی ہونا اور اس میں تمام خوبیوں کا جمع ہونا محالات سے ہے بجز اس کے کہ کوئی شخص پیدائشی طور پر ہی معتدل مزاج، معتدل خواہشات والا تندرست و توانا، صحیح العقل، قوی اعصاب والا اور شریف النسل ہو لیکن کسی موروثی بیماری نہ ہو، مادی خواہشات سے خالی ہو۔ مگر کسی ایسے شخص کا وجود ہے ہی نہیں انسان کا خود کو انسان کامل سمجھنا اس لیئے ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے محبت رکھتا ہے اور جو اپنے آپ سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی ذات کے کمال کو بھی چاہتا ہے اور یہ بھی خواہش رکھتا ہے کہ لوگ اُسے صفاتِ کمال سے متصف کیا کریں یہ جذبہ بچوں میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اگر تم کسی کمسن بچے کی تعریف کر دو تو اس کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اگر وہ بدصورت ہو مگر تم اُسے خوبصورت کہہ دو تو وہ تمہارے کہنے پر یقین کر کے خوشی سے ہنس دے گا۔

صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ گرامی ہی وہ واحد ذات تھی جس میں تمام خوبیاں، تمام برائیوں سے دوری اور پاکدامنی جمع ہو گئی تھیں جس کی وجہ یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغامِ ربانی کی تبلیغ کے لیئے آپؐ کو اپنی تمام مخلوق میں سے منتخب فرمالیا تھا۔ آپ کو تمام آلائشات سے پاک وصاف کر دیا تھا اور ہر برائی و گناہ سے مامون و محفوظ رکھا تھا۔ آپؐ کو علوم الٰہیہ ودیعت فرمائے تھے۔ آپؐ کو تہذیب سے آراستہ کیا تھا اور باادب و شائستہ بنایا تھا تاکہ آپؐ تمام عالم کے قائد بنیں آپؐ کا دینی و دنیوی تمام امور میں کامل اقتدا کیا جائے۔ خود آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

"میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہت اچھی طرح میری ادبی تربیت فرمائی۔"

پس ہمیں اس ہستی سے کیا نسبت جسے خود خدا نے ادب سکھایا ہو اور اس کی اچھی ادبی تربیت فرمائی ہو۔ پھر خود ہی آپؐ کی یہ جامع تعریف بیان فرمائی ہو۔

"بلاشبہ آپؐ اخلاقِ فاضلہ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

"میں اس لیئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقِ

عالیہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دوں۔"

یہ بدیہی امر ہے کہ جو ہستی مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیئے بھیجی گئی ہو ضروری ہے کہ وہ خود بھی اخلاق میں کامل و اکمل ہو کیونکہ جس میں کوئی نقص یا عیب ہوگا وہ اخلاقِ عالیہ کی تکمیل کا فریضہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ مَیں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اخلاقِ کریمہ کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا

"آپ کے اخلاق عین قرآن تھے۔"

یعنی آپ نے قرآنی آداب سے ادب حاصل فرمایا تھا۔ اس کی بیان کردہ خوبیوں سے خود کو مزیّن فرمایا تھا۔ اور اس کے احکام و نواہی کی پابندی فرمائی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اس مختصر جملہ میں آنحضرتؐ کے تمام اخلاق و اوصاف کو جمع فرما دیا ہے کیونکہ اگر وہ آپ کے اخلاق و اوصاف کو تفصیل سے بیان کرنا چاہتیں تو نہیں کر سکتی تھیں اس لیئے انہوں نے سائل کو قرآن کا اور اس میں بیان کردہ آداب و اخلاق، فضائل اور معاملات کا حوالہ دے دیا۔ حق تعالیٰ نے آپؐ کی شان میں فرمایا ہے

"خدا نے آپ کو وہ سب کچھ بتا دیا جو آپ پہلے نہ جانتے تھے۔ اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل و کرم رہا۔"

قرآنِ کریم میں آپؐ کے اسماءِ گرامی بیان فرمائے گئے ہیں اور یہ سب آپ کے اوصاف ہیں۔ صرف تعریفی نام ہی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ نام اُن اوصاف سے بنائے گئے ہیں جو آپ کی ذاتِ اقدس میں موجود تھے اور جن کی وجہ سے آپ تعریف و اظہارِ کمال کے مستحق تھے۔ ان کے منجملہ آپؐ کا اسمِ گرامی "محمدؐ" ہے اور یہی نام زیادہ مشہور ہے اور وہ حمد سے اسمِ مفعول محمودؐ ہے۔ جس کے معنی ہیں بہت سی قابلِ تعریف خصائل والی ہستی۔ دوسرا اسمِ گرامی احمدؐ ہے یہ بھی حمد سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں اپنے ربّ کی حمد کرنے والوں میں سب سے زیادہ بڑا حمد کرنے والا۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے وہ ذاتِ گرامی جو بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ افضل و مستحق حمد و ستائش ہے۔ اس قول کے مطابق اس کے معنی وہی ہوئے جو محمدؐ کے ہیں۔ بہرحال یہ دونوں نام آپؐ کے اخلاق و خصائل محمودہ سے نکالے گئے ہیں جن کی وجہ سے آپ محمدؐ کہلانے کے مستحق قرار پائے اور احمدؐ وہ ہستی ہے جس میں پائے جانے والے کثیر اخلاقِ حمیدہ جو شمار کرنے والوں کی گنتی اور ان کے احاطہ کرنے والوں کے احاطہ سے بھی بالا تر ہیں۔ ان کی وجہ سے زمین و آسمان والے اور دنیا و آخرت والے سب کے سب ہی اس کی تعریف بیان کرتے ہیں۔ ان اسماءِ گرامی میں ایک نام "بشیر" ہے کیونکہ جو شخص ثواب کے کاموں میں آپؐ کی اتباع کرے اسے آپ رضائے الٰہی کی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ آپ کا ایک اسمِ گرامی "نذیر" ہے یعنی جو شخص قابلِ سزا اعمال کا مرتکب ہو، آپ کی نافرمانی کرے اسے عذابِ الٰہی سے ڈرانے والے ہیں صحیح بخاری میں آپؐ سے روایت ہے، فرمایا

"مَیں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اس سے بڑا اور کوئی فخر نہیں ہو سکتا۔"

مطلب یہ کہ اس فخر سے بڑا اور کوئی فخر نہیں ہے حق تعالیٰ نے آپؐ کا نام "سراجاً منیرا" بھی فرمایا ہے۔ آفتاب کو سراجاً وھاجا (روشن چراغ) فرمایا۔ منیر وہ چراغ ہے جو بغیر روشن کیئے از خود روشن ہو جائے۔ بخلاف وہاج کے کہ اس میں دوسرے کے روشن کرنے کی صفت پائی جاتی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب لوگوں

بقیہ صـ ۶۴

خدام و خادمائیں، درباری، وزراء، فوجی افسران سب انہیں کے زیر تسلط ہوتے ہیں اور انہیں کی ہدایت کے مطابق کام کرتے ہیں۔

صیہونیوں کا ہر لیڈر ماسونیت کے اسی طبقہ کو پنہ "سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ غیر یہودی کے لیے اس طبقہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طبقہ کا "ہر شزل" بابائے صیہونیت تصور کیا جاتا ہے۔ اسی نے "پرتوکولانے" مشائخ صیہون کے پاس شدہ تجاویز کے نفاذ کی وضاحت کی ہے۔ جو بیت المقدس کے متعلق ان کی ایک مجلس میں طے کی گئی تھیں۔

عالمی تنظیموں میں ماسونیت کا اثر ورسوخ

اقوام متحدہ کی جنرل کونسل بھی ماسونیوں سے بھری ہے، اسی طرح اس کے ماتحت تمام انجمنوں میں ماسونی افراد بھرے ہیں۔ جیسے یونیکو وغیرہ ہے۔

اخیر میں ماسونیت کے ان تخریبی ہتھکنڈوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے، جس نے قیصری سلطنت کو روسی حکومت میں منتقل کر دیا۔ مارکسی اور شیوعی حکومتوں کی مدد کی۔ جس سے کہ امت مسلمہ قوقاز میں، اورال، ترکستان، اور حاج صیبری (جس کو شبیریا کہتے ہیں) میں ان کی ستم رانیوں سے برابر کمر رہی ہے۔

اسی طرح دولت عثمانیہ کو تباہ و برباد کر کے "خلافت" کے نام ہی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ نیز فلسطین کو غصب کرنے اور اس کے باشندوں کو ملک بدر کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ ماسونی انجمنیں اور جمعیتیں مسجد اقصیٰ کے نام و نشان کو مٹا دینے کی برابر کوشش میں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ ان کی ناپاک کوششوں کو ناکام و نامراد کرے اور امت مسلمہ کو صبر و ثبات کے ساتھ جہاد کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔

(بشکریہ المجاہد)
جمادی الاول ۱۴۰۹ھ

ہیں۔ جو کچھ ان سے کہا جا رہا ہے اور جن مختلف زبانوں اور لہجوں میں ان سے منت سماجت کی جاتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے مردے دنیا کی بہت ساری زبانیں جانتے ہیں اور ہر لب و لہجہ کے فرق کو سمجھ لیتے ہیں۔ چاہے یہ فریادی ایک ہی وقت میں اور ایک ہی ساتھ آئیں کہتے ہوں اور یہی چیز صفات اللہ میں شرک ہے۔ (یعنی کسی کو کچھ دینا لینا، موت و زندگی یہ سب اللہ کی صفت کے ساتھ خاص ہے) اس سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ اس فکر و عقیدہ کی تردید و تبطیل بہت سی آیات کریمہ سے ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا

ترجمہ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دو ان مشرکوں سے کہ اس کو پکارو جس کو اللہ کے علاوہ اپنا حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ جبکہ وہ تمہاری تکلیف نہ ہی دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی اسے پھیر سکتے ہیں۔

اس ضمن میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں۔ بلکہ اس موضوع پر بہت کتابیں تصنیف کی جا چکی ہیں اور بہت سے مقالات لکھے جا چکے ہیں جس کو شک و شبہ ہو وہ ان کتابوں سے رجوع کر سکتا ہے۔ اس کے سامنے حق انشاء اللہ واضح ہو جائے گا۔ ان کتابوں میں

ایک کتاب "مجموعۃ التوحید النجدیہ" ہے آپ اس کا مطالعہ کریں۔ اس کے علاوہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح کی کتاب "قاعدہ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ" اور "الرد علی البکری" ہے۔

(بشکریہ المجاہد ۱۰۹ھ)
جمادی الاول ۱۴۰۹ھ

بقیہ صـ۲۶

ہے۔ اس لیئے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیئے اس قدر پہلے جا سکتا ہے کہ خطبہ سے پہلے چار رکعت پڑھ سکے اور نماز فرض کے بعد اس قدر ٹھہر سکتا ہے کہ چار یا چھ رکعت سنت پڑھ سکے

ممنوعات اعتکاف

بیوی سے بوس وکنار اور صحبت کرنا۔

ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد ط

"مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں بیویوں سے مباشرت وغیرہ نہ کرو۔"

جنازہ اٹھانے یا جنازہ کی نماز پڑھنے کے واسطے یا بیمار کی عیادت اور تیمارداری کے لیے مسجد سے نکلنا، ہاں اگر قضائے حاجت کے لیئے معتکف سے باہر گیا راستہ میں کوئی بیمار مل گیا تو اسے چلتے چلتے حال پوچھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عائشۃ قالت السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشھد جنازۃ ولا یمس امراۃ ولا یباشرھا ولا یخرج لحاجۃ الا لما لا بد منہ (ابوداؤد)

"معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ کسی بیمار کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازے میں حاضر ہو اور نہ عورت کو چھوئے اور نہ مباشرت وجماع کرے اور پیشاب پاخانے کی حاجت کے علاوہ کسی اور ضرورت وحاجت سے نہ نکلے۔"

بقیہ صـ۶۲

سے کہیں زیادہ با اخلاق تھے۔ آپ سب سے زیادہ بردبار تھے۔ نیز فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی ہے مگر آپ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا اور جو کام میں نے کیا اس پر کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور اگر میں نے کوئی کام چھوڑ دیا تو اس پر یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ یہ خادم رسول اللہ حضرت انس کا قول ہے۔ پس کیا کوئی انسان جس کے پاس خادم ہو، ایسا ہے جو خادم سے ایسا معاملہ کرے کون ایسا ہے جو خادم کو کبھی اُف تک نہ کہے اور یہ وہ انتہائی معمولی جملہ ہے جو خادم کی برائی اس سے ناراضی اور اس پر غصہ ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ بھلا کون ایسا شخص ہے جو خادم کے کاموں سے مزاحمت وتعارض نہیں کرتا۔ اسے نہیں جھڑکتا اسے برا بھلا نہیں کہتا۔ اور ہم ان ادباء، علماء، فلاسفر، امراء اور ذی وجاہت حضرات کو دیکھتے ہیں کہ وہ نہ صرف اپنے خدام سے برا سلوک کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے دوستوں اور عزیزوں تک سے بھی بری طرح پیش آتے ہیں پس جب حال یہ ہو تو ہمارا اس صفتِ کمال تک پہنچنا دشوار ہے۔

بقیہ صـ۳۶

بنادے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

"انہوں (کفار) نے دھوکہ وفریب دیا۔ ہم نے بھی مکر سے کام لیا۔ مگر وہ نہیں سمجھتے ہیں تو آپ دیکھیے کہ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو تباہ وبرباد کردیا۔

(شکریہ المجاہد نمبر۲۵)
جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

درسِ حدیث

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِىْ وَاَنَا اَجْزِىْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِىْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ

انسان کے ہر نیک عمل کا دس گنا ثواب ملتا ہے اور یہ ثواب سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ روزے کا حکم ثواب کے بارے میں جُداگانہ ہے اسکا اجر و ثواب بیشمار ہے، بندہ میرے لیے روزہ رکھتا ہے میں ہی اسکا بدلہ دُونگا۔ وہ محض میری خاطر اپنی خواہش کی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے روزہ دار کو دوہری خوشی ہے ایک طبعی افطار کیوقت، دُوسری جب اسکو خدا کا دیدار حاصل ہوگا اسکے مُنہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک سے بڑھکر ہے اور روزہ بُرے کاموں کیلئے ڈھال ہے

ثمراتِ استغفار و توبہ

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝
يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ
بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ
وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ ۱۰ تا ۱۲ - سورۃ النوح

اپنے رب سے بخشش طلب کرو۔ بیشک وُہ بخشنے والا ہے۔ تم پر مُوسلا دھار بارش نازل کریگا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کریگا، اور تمہارے واسطے باغات بنا دیگا اور تمہارے واسطے نہریں جاری کر دیگا۔

آدمی کا کمال یہ ہے کہ وہ صرف خدا ہی کو پکارے۔ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ تم مجھے پکارو میں تمہاری دُعا قبول کرونگا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ میں اسکا اقرار بھی کرتے ہو پھر اس ربِّ قدیر کے وعدۂ صادق پر یقین رکھتے ہوئے بخشش بھی اسی سے طلب کرو تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ آئندہ کیلئے سچی توبہ کا عہد کرو۔ اللہ کی رحمت تمہیں اپنے سائے میں ڈھانپ لے گی۔

کے ساتھ اس رات قبرستان جاتے ہیں۔ اس لیے اس روایت سے بھی اس رات قبرستان جانے کی کوئی اہمیت و خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت کے مطابق ہمیشہ بقیع جایا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بدعات و خرافات اس مہینہ میں مسلمان کرتے ہیں۔ مثلاً پندرھویں شعبان کی رات میں خصوصیت کے ساتھ فقراء و محتاجوں میں کھانا تقسیم کرنا، اس کا کوئی ثبوت کسی مرفوع یا موقوف یا ضعیف روایت سے نہیں ملتا۔

بہت سے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس رات میں مُردوں کی روحیں دنیا میں آتی ہیں لہٰذا وہ اس دن اپنے اپنے گھروں کی صفائی کرتے اور ان میں چونا کاری کرتے ہیں یہ عقیدہ بھی غلط ہے کیونکہ انسان کے مرجانے کے بعد اس کی روح لوٹ کر دنیا میں نہیں آ سکتی ہے اس کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے بلکہ قرآن کریم میں ہے

ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون"

وہ لوگ مرنے کے بعد ایسے عالم (برزخ) میں ہیں کہ وہ دنیا میں پلٹ کر نہیں آ سکتے۔ (برزخ اس عالم کو کہتے ہیں جو انسان پر اس کی موت اور قیامت کے درمیان آتا ہے) یہاں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمادیا کہ کوئی مرنے کے بعد پلٹ کر دنیا میں نہیں آ سکتا اور نہ اس کی روح آ سکتی ہے۔

مسلمان اس رات کو مسجدوں میں چراغاں کرتے اور بہت زیادہ روشنی کا اہتمام کرتے ہیں اپنے گھروں میں ضرورت سے بہت زیادہ چراغ جلاتے ہیں۔ یہ کفار کی مشابہت اور شاید ہندوؤں کی دیوالی کی نقل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ جو سراسر ناجائز اور بدعت ہے۔ اور یہ بری رسم سوائے ہندوستان کے اور کسی دوسرے ملک میں نہیں پائی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم" مشکوٰۃ ص۳۶۶

جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔ ملا علی قاری (حنفی) لکھتے ہیں کہ اس رات میں چراغاں اور زیادہ روشنی کرنا قوم برامکہ کی ایجاد ہے۔ یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے۔ جب اسلام لائے تو انہوں نے یہ رسم بد اسلام میں داخل کردی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نماز میں آگ کو سجدہ کریں شریعت میں اس رات چراغاں کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے (تحفۃ الاحوذی ص۵۳ ج۲ مرعاۃ ص۲۳۹ ج۲) مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی الاثار المرفوعہ میں فرماتے ہیں کہ عام جاہلوں نے اس رات رجب کی ستائیسویں اور شعبان کی پندرھویں کو گویا دو عیدیں بنا رکھی ہیں اور شعار اسلام سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صریح بدعت ہے۔ اس میں چراغاں اور روشنی کرنا بالکل خلاف سنت ہے۔ تعجب ہے کہ لوگ کس طرح بدعتوں سے چمٹے ہوئے ہیں اور سنتوں کے متعلق پروا نہیں کرتے۔

اس مہینہ میں مسلمان اسقدر آتش بازی اور گڈے پٹاخے خصوصاً پندرھویں شب کو چھوڑتے ہیں کہ الامان والحفیظ یہ رسم نہ صرف ایک گناہ بے لذت ہے بلکہ اس کی دنیاوی تباہیاں ہمیشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آتی رہتی ہیں۔ ایک طرف ان کا اپنے مال کو ضائع کرنا جو ایک بیجا اسراف ہے اور دنیا میں مذموم و معیوب ہونے کے علاوہ ان پر ہر قسم کی بربادی کا دروازہ کھولتا ہے۔ قرآن کریم نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا۔

ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین"

"کہ اسراف اور فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں" اس میں جانی اور مالی نقصان کا بھی خطرہ ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں مسلمانوں کا جو روپیہ ہر سال آتش بازی پر صرف ہوتا ہے اس کا تخمینہ تقریباً دو لاکھ روپیہ ہے۔ آہ! جس قوم کی اقتصادی زبوں حالی اس قدر نازک

بقایا صفحہ ۵۲

شب برات

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز
حفظہ اللہ

پندرھویں شعبان کو اجتماع اور جلسہ کرنا بدعت ہے؛

تمام تعریفوں کے لائق ذات خداوندی ہے جس نے ہمیں مکمل دین عطا کیا اور ہم پر اپنی نعمت (قرآن کریم) کو پورا کیا۔ اس کے نبی اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود وسلام ہو جو نور اور رحمت کے نبی بن کر تشریف لائے۔

دین کی تکمیل | اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ ع ۱)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کی تکمیل کر دی اور اپنی نعمت (قرآن مجید) تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا۔"

نیز اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ" (الشوریٰ ع ۱)

"کیا ان لوگوں نے (اللہ کے) شریک بنا رکھے ہیں جو ان کو دین کا ایسا راستہ بتلائے ہیں جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔"

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ (متفق علیہ)
(مشکوٰۃ ج ۱۔ ص ۲۷)

"جو شخص ہمارے دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرتا ہے جو ہمارے دین میں نہیں ہے تو ایسا شخص اسلام سے خارج ہے۔"

صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

"جو شخص ایسا کام کرتا ہے جو ہمارے دین کے خلاف ہے تو وہ دین سے خارج ہے۔"

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۳۰)

"اللہ کی حمد وثنا کے بعد سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ رہے سب سے بُرے کام دین میں نیا کام ایجاد کرنا ہے اور دین میں ہر نیا کام گمراہی کا موجب ہے۔"

دین کی تکمیل | اس مفہوم کی آیات اور احادیث کثرت سے موجود ہیں جو واضح طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کے لئے دین کی تکمیل کر دی اور اس امت پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں تبلیغ کا حق پورا پورا ادا کیا۔ اپنے اقوال وافعال سے اپنی امت کے لئے ہر اس امر کی وضاحت فرمائی جو اللہ نے مشروع قرار دیا اور ہر بُری چیز کی وضاحت فرما دی کہ میرے بعد کچھ لوگ اپنے اقوال وافعال سے دین میں نئے امور ایجاد کریں گے اور اسے دین اسلام تصور کریں گے۔ لیکن یہ سب کچھ بدعت ہوگا جو اسے ایجاد کرے گا

اس کا یہ عمل رد کیا جائے گا اور منظور نہیں ہوگا خواہ حسن نیت سے کرے۔ شریعت کے معاملہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام خوب آگاہ تھے۔ اور علمائے اسلام بھی اس سے واقف تھے۔ انہوں نے بدعات کو بُرا تصور کیا اور لوگوں کو اس سے ڈرایا جیسا کہ ہر ایک نے سنت کی تعظیم اور ترویج میں اور بدعت کی تردید میں کتابیں تصنیف کیں مثلاً ابن وضاح، طرطوشی اور ابوشامہ وغیرہ۔

پندرھویں شعبان کی احادیث | لوگوں نے جو بدعات ایجاد کی ہوئی ہیں ان میں سے ایک بدعت پندرھویں شعبان کی رات کو اجتماع اور جلسہ منعقد کرنا ہے اور اس دن کا خصوصیت سے روزہ رکھنا ہے۔ اس کے متعلق کوئی قابل اعتماد اور قابل وثوق حدیث نہیں اس کی فضیلت کے سلسلہ میں جتنی احادیث مذکور ہیں سب ضعیف ہیں یا اس رات کی نماز کی فضیلت کے سلسلہ میں جو احادیث بیان کی جاتی ہیں۔ وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ چنانچہ اہل علم نے اس بات سے لوگوں کو خوب متنبہ کیا ہے۔ بعض اہل علم کے کلام کا ذکر آئندہ سطور میں ہوگا۔ اس رات کے فضائل

کے سلسلہ میں اہل شام کے کچھ سلف کے آثار ملتے ہیں لیکن جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ پندرھویں شعبان کو شب براءت کے سلسلہ میں اجتماع کرنا بدعت ہے۔ اور اس کی فضیلت کی تمام احادیث درجہ ضعف میں ہیں بلکہ ان میں سے کچھ موضوع ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن رجب نے اپنی کتاب لطائف المعارف وغیرہ میں اس امر کی وضاحت کی ہے۔ البتہ وہ ضعیف احادیث جن کا اصل مفہوم صحیح احادیث سے ثابت ہو۔ عبادات کے فضائل میں قبول کی جاسکتی ہیں۔ لیکن پندرھویں شعبان کو اجتماع منعقد کرنا کسی صحیح حدیث میں مذکور نہیں۔ اس سلسلہ میں ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی جس کی تائید میں ضعیف حدیثوں کو قابل عمل تسلیم کر لیا جائے۔

نزاع رفع کرنے کا اصول

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس معاملہ میں ایک قاعدہ ذکر کیا ہے جس کا میں آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں جو بعض اہل علم نے اس مسئلہ کے متعلق بیان کیا ہے۔ اگر آپ کے پاس کچھ دلائل موجود ہوں۔

علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب کسی مسئلہ میں لوگوں کا آپس میں نزاع پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے سپرد کر دو۔ جس بات کا وہ دونوں یا ان میں سے ایک حکم دے تو وہ شروع ہو گی اور اس کی اتباع کرنا واجب ہو گا اور حرام ان دونوں کے خلاف ہو گا وہ باطل ہو گا اور اسے چھوڑنا واجب ہو گا۔ عبادات کے معاملہ میں جس کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں وہ بدعت ہو گا اور اسے کرنا جائز نہیں ہو گا۔ جیسا کہ اس کی دعوت دی جائے اور اسے پسند کیا جائے۔

جیسا کہ سورۂ نساء میں اللہ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿النساء - ٥٩﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکمرانوں کی بھی اطاعت کرو۔ اگر کسی معاملہ میں تمہارا (اپنے حکمرانوں سے یا آپس میں) نزاع پیدا ہو جائے تو اسے رفع کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے پاس لے جاؤ (یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں فیصلہ کرو)۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ (اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو ماننا) بہت اچھا کام ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہو گا۔"

نیز ایک مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ (الشوریٰ - ١٠)

"جب تمہارا کسی معاملہ میں آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کرے گا۔"

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران - ٣١)

آپ (لوگوں کو) بتلا دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنے کے خواہاں ہو تو میری اتباع کرو۔ بس پھر اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور بار بار بخشتا رہے گا۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿النساء - ٦٥﴾

"(اے نبی) ہرگز نہیں، وہ وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں کو نپٹانے کے لئے آپ کو حاکم و مرجع تسلیم نہیں کرتے۔ پھر آپ کا فیصلہ انھیں ناگوار نہیں گزرتا بلکہ برضا و رغبت اسے تسلیم کرتے ہیں۔"

اس مفہوم کی متعدد آیات اور احادیث مذکور ہیں جو اس امر کی نص ہیں کہ اختلافی مسائل کے معاملہ میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا فرض ہے۔ پھر ان دونوں کے حکم کو بدل و جان تسلیم کرنا اور اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کرنا بھی واجب ہے۔ ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور یہ بندوں کے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہو گا۔

علماء کی آراء

حافظ ابن رجبؒ اپنی کتاب لطائف المعارف میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

"پندرھویں شعبان کی رات کو شام کے کچھ تابعین جیسے خالد بن معدان، محمول، لقمان بن عامر وغیرہ بہت عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اس کی کافی تعظیم کرتے تھے۔ لوگوں نے اس رات کی فضیلت اور تعظیم کی رسم ان کو دیکھ کر جاری کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سلسلہ میں کچھ اسرائیلی روایات و آثار مذکور ہیں۔ جب یہ رسم عام شہروں میں مشہور ہوئی تو لوگوں میں مختلف پیدا ہوا۔ بعض نے اسے قبول کیا اور اس کی تعظیم کی۔ چنانچہ اہل بصرہ کے کچھ عبادت گزار لوگ اس نظریہ کے حامل تھے۔ لیکن حجاز کے اکثر علماء نے اسے نظر حقارت دیکھا۔ چنانچہ عطاء بن ابی ملیکہ کا یہی نظریہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اہل مدینہ کے فقہاء سے بھی ایسے ہی نقل کیا ہے۔ امام مالکؒ کے تلامذہ وغیرہ نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔ مکہ، شام کے علماء اس معاملہ میں دو نظریوں کے حامل ہیں۔

ایک گروہ اس نظریے کا حامل ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات کو جماعت کی صورت میں مسجد میں قیام کرنا اور اللہ کی عبادت کرنے کے لئے جاگنا واجب ہے۔ چنانچہ خالد بن معدان، لقمان بن عامر وغیرہ اس رات بہت خوبصورت کپڑے زیب تن کرتے، عطر میں اور مسجد میں بخورات جلاتے آنکھوں میں کاجل لگاتے اور ساری رات مسجد میں قیام کرتے تھے۔ اسی مسئلہ میں اسحاق بن راہویہ بھی ان سے متفق ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس رات مسجد میں جماعت کی صورت میں قیام کرنا بدعت نہیں۔ حرب کرمانی نے اسے اپنے مسائل میں ذکر کیا ہے۔

دوسرے گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ اس رات مسجدوں میں اجتماع کرنا، نماز

پڑھنا، قصہ خوانی کرنا اور دعا کے لئے اکٹھے ہونا مکروہ ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے یا ذکر کرے تو جائز ہے۔ یہ امام اوزاعی کا قول ہے جو اہل شام کے امام فقیہ اور عالم تھے۔ یہ اقرب الی الصحت ہے۔"

پھر آخر میں لکھتے ہیں:

"امام احمدؒ سے اس رات کے متعلق کچھ مذکور نہیں۔ اس رات میں قیام کے متعلق ان سے دو روایات مذکور ہیں جو دو روایات سے ماخوذ ہیں۔ جو دونوں عیدوں کی راتوں کی فضیلت کے متعلق مذکور ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جماعت کی صورت میں اس رات قیام مستحب ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے منقول نہیں۔ آپ کے اصحابؓ کرام سے بھی اس سلسلہ میں کچھ ذکر نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس رات کا قیام مستحب ہے۔ کیونکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن اسود نے اس روایت کیا ہے۔ وہ تابعین کے گروہ میں سے تھے۔ اسی طرح نصف شعبان کی رات کو قیام کرنے کے سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے۔ ہاں البتہ شام کے کچھ فقہا سے ثابت ہے جو تابعین کے زمرہ میں سے تھے۔"

امام اوزاعی کا قول

اس میں ان سے یہ تصریح ہے کہ نصف شعبان کی رات کے سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے کچھ ثابت نہیں۔ اب رہا یہ معاملہ کہ امام اوزاعی نے اس رات انفرادی طور پر قیام کرنے کو مستحب قرار دیا ہے اور حافظ ابن رجب نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے۔ یہ قول غریب اور ضعیف ہے۔ کیونکہ جو امر شرعی دلائل کے ساتھ مشروع ہونا ثابت نہ ہو کسی مسلمان کے لئے اسے اللہ کے دین میں ایجاد کرنا جائز نہیں، خواہ وہ انفرادی طور پر اسے کرے یا جماعت کی شکل میں اسے پوشیدہ طور پر کرے یا علانیہ طور پر کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عام ہے:

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

(جامع الاصول۔ ج ۱، ص ۱۹۷۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد)

"جو شخص ایسا کام کرتا ہے جو ہماری شریعت کے خلاف ہے تو اس کا یہ عمل مقبول نہیں ہوگا۔"

اس کے علاوہ بدعت کی برائی اور اس سے تحذیر کے متعلق اور بھی دلائل مذکور ہیں۔

ابوبکر طرطوشی کی رائے

امام ابوبکر طرطوشی اپنی کتاب "الحوادث والبلاغ" میں کہتے ہیں:

ابن وضاح زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیوخ اور فقہا میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو نصف شعبان کی رات کا چرچا کرتا ہو اور محول کی حدیث کی طرف التفات کرتا ہو۔ اس رات کو باقی راتوں سے افضل تصور نہیں کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ سے کسی نے کہا نا زیری کہتا ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات کا ثواب شب قدر کے برابر ہے۔ وہ کہنے لگا اگر میں اسے یہ کہتے ہوئے سنتا اور میرے ہاتھوں میں لاٹھی ہوتی تو میں اسے مارنے سے دریغ نہ کرتا۔ کیونکہ زیادہ کی حیثیت ایک قصہ خواں سے زیادہ نہ تھی۔"

علامہ شوکانی

علامہ شوکانیؒ "الفوائد المجموعہ" میں لکھتے ہیں:

"یہ حدیث "اے علی جو شخص نصف شعبان کی شب کو سو رکعت پڑھتا ہے۔ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قل ہو اللہ گیارہ مرتبہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے" موضوع ہے۔ ان الفاظ میں

جو عرصت ہے کہ اس کے فاعل کو اتنا ثواب ہوگا، جس شخص کو درجہ کے مطالعہ میں حدیث صحیح اور موضوع میں تمیز کرنے کی اہلیت ہے وہ اس کے وضعی ہونے میں ہرگز شک نہیں کرے گا۔ مزید برآں اس روایت کے تمام راوی مجہول الحال ہیں۔ یہ روایت دو اور سندوں سے بھی مذکور ہے لیکن دو ہم کی تمام موضوع ہیں۔ اور ان کے راوی مجہول الحال ہیں۔"

"مختصر" میں یوں ذکر کرتے ہیں:

"نصف شعبان کی رات کو نماز پڑھنے کی حدیث باطل ہے۔ اور ابن جہان کی حدیث، جو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب نصف شعبان کی رات ہو تو رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو" ضعیف ہے۔"

لالی میں بیان کرتے ہیں کہ چند حدیثوں میں شعبان کی رات کو سو رکعت پڑھنا، اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ دس مرتبہ پڑھنا اور اس کے بیشمار فضائل بیان کرنے کے متعلق جو حدیث دیلمی وغیرہ میں مذکور ہے موضوع ہے اور تینوں سندات میں اس کے اکثر راوی مجہول الحال اور ضعیف ہیں۔ اور بارہ رکعت میں تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنے والی حدیث موضوع ہے۔ اسی طرح چودہ رکعت والی حدیث بھی وضعی ہے۔ اس حدیث سے کچھ فقہاء کو دھوکا ہو گیا ہے جیسے صاحب احیاء وغیرہ۔ اسی طرح کچھ مفسرین صوفی کے چکر میں آ گئے۔ حالانکہ نصف شعبان کی رات کی نماز کے سلسلہ میں مختلف طریقوں سے جو روایات مذکور ہیں وہ سب باطل اور موضوع ہیں۔ یہ بات ترمذی کی روایت کے معانی نہیں جو حضرت عائشہؓ سے مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور فرمایا نصف شعبان کی رات کو اللہ تعالیٰ کی رحمت آسمان دنیا پر نازل ہوتی ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخشتا ہے۔ کیونکہ اصل مسئلہ تو اس رات اس موضوع نماز پڑھنے کا ہے۔ مزید برآں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ضعف و انقطاع ہے جیسا کہ حضرت علیؓ کی حدیث، جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے قیام لیل کے سلسلہ میں۔ وہ اس نماز کے موضوع ہونے کے منافی نہیں۔ علاوہ ازیں اس میں ضعف ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔"

عراقی کی رائے

حافظ عراقی بیان کرتے ہیں کہ نصف شعبان کی رات والی حدیث جو نماز کی فضیلت کے متعلق مذکور ہے، موضوع ہے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔"

مارچ اپریل ۱۹۹۱ء

MONTHLY DAWAT URDU

ماہنامہ مجلۃ توحید و سنت

دعوت

مرض عجز و بے بسی صرف نظامِ اسلام کے نفاذ سے ہی خوشحالی اور امن کا ہوا بن سکتی ہے

الشیخ جمیل الرحمٰن

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ
مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ
اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ (البقرہ)

مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار کرے۔